ترجمانِ فکرِ امینِ ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے تو
تیرے لیے ہے میری شعلہ نوا قندیل
(اقبالؒ)

جلد نمبر 5 | اکتوبر، نومبر، دسمبر 2011ء | شمارہ 4

بوتل فروشی سے ضمیر فروشی تک

علی زئی غیر مقلد کا مجذوبانہ واویلا

اس خاک کے ذروں سے ہیں ....

قربانی کے ایام ؟؟؟

قبر میں نماز

صدائے ہوش

ناشر اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

ترجمانِ فکرِ امینِ ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
مجلہ سہ ماہی قافلہ حق سرگودھا
مدیر اعلیٰ
مولانا محمد الیاس گھمن
جلد نمبر 5
اکتوبر، نومبر، دسمبر 2011ء
شمارہ 4
بیاد
مناظرِ اسلام، وکیلِ احناف
مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ
بفیضان نظر
امین العلماء قطب العصر
مولانا سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ
پسند فرمودہ
امام اہل السنۃ شیخ الحدیث والتفسیر
مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
زیر سرپرستی
حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ
زیر نگرانی
مولانا منیر احمد منور حفظہ اللہ
مجلس مشاورت
مولانا فضل الرحمن دھرم کوٹی
مولانا عبد الغنی طارق لدھیانوی
مولانا محمد طیب حنفی
مولانا مفتی محمد مجاھد
مولانا مفتی امداد اللہ انور
مولانا عبد اللہ عابد وڑائچ
مولانا رضوان عزیز
مولانا مقصود احمد
مولانا محمد اسماعیل محمدی
قیمت فی شمارہ
-/25 روپے
جواب طلب امور کیلئے جوابی لفافہ ضرور ہمراہ بھیجیں
منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ مکمل واضح اور خوشخط لکھیں
ہر بار خط و کتابت میں اپنا مکمل پتہ لکھیں
خط میں رقم ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں
بیرون ممالک
امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر .... سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر .... سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر .... سالانہ
ایجنسی ہولڈر مہر لگائیں یا ہدیہ دینے والے احباب اپنا نام تحریر فرمائیں
برائے رابطہ
دفتر سہ ماہی قافلہ حق سرگودھا
مرکز اھل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
048-3881487,0346-7357394

آئینۂ مضامین

رابطے کے لیے:

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ

0332 6311808

websites>http://ahnafmedia.com,alittehaad.org Email>markazhanfi@gmail.com

درس قرآن

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم . کذلک سخر ھالکم لتکبروا اللہ علی ماھدلکم وبشر المحسنین (۱)

ترجمہ: اللہ تعالی کو قربانی کے جانور کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تو تمہارا تقوی پہنچتا ہے۔ اس نے یہ جانور اسی طرح تمہارے تابع بنا دیئے ہیں تا کہ تم اس بات پر اللہ کی تکبیر کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی اور جو لوگ خوش اسلوبی سے نیک عمل کرتے ہیں انہیں خوشخبری سنا دو۔

تشریح:

یعنی اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والے مسلمان کی نیت اور ارادے کو دیکھتے ہیں کہ اس میں کتنا خلوص ہے۔قربانی جیسی عظیم عبادت آدمی خالصتاً اللہ تعالی کی رضا کے لئے کر رہا ہے یا دل و دماغ میں ریا کاری چھپی ہوئی ہے۔اللہ تعالی کو مادی گوشت اور خون کی ضرورت نہیں ، وہ تو صرف تمہارے دلوں کے تقوی کو دیکھتا ہے۔

قربانی کے ایام بالکل قریب ہیں ان دنوں میں عام طور پر اجتماعی قربانی میں لوگ شریک ہوتے ہیں اس بات کو ضرور ملحوظ رکھا جائے کہ شرکاء قربانی میں کوئی حصہ دار مرزائی یا رافضی نہ ہو بلکہ سارے کے سارے اہل السنّت والجماعت ہوں اور ان کے عقائد امت مسلمہ کے اجماعی عقائد سے متصادم نہ ہوں......اسی طرح قربانی میں نیت کے اخلاص سے لے کر اس کی تقسیم تک اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی مطلوب ہو یہ نہ ہو کہ سارے کام دکھلاوے کے وجہ سے کیے جائیں اور دن قیامت ان کا کوئی اجر بھی ہم نہ ملے مسلمان کو چاہیے کہ قربانی ہو یا کوئی اور عبادت اس کو صرف اللہ کا حکم سمجھ کر خالص اس کو راضی کرنے کے لئے کرے۔اللہ تعالیٰ ہم کو اخلاص کی توفیق نصیب فرمائیں۔(آمین بجاہ النبی الکریم)

قافلہ حق اپنے تمام قارئین کو عید کے پرمسرت موقع پر مبارکباد پیش کرتا ہے

(۱) (سورۃ حج ،آیت نمبر 37)

درس حدیث

آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

عن انس قال ضحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین املحین فرأیتہٗ واضعاً قدمہٗ علی صفاحھما یسمی ویکبر فذبحھما بیدہ. (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے ان کے ایک پہلو پر پاؤں رکھا ہوا تھا۔آپ نے تسمیہ اورتکبیر پڑھ کر دونوں کو اپنے مبارک ہاتھوں سے ذبح فرمایا۔

تشریح:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی اپنی قربانی کا جانور خود ذبح کرے۔ہاں اگر خود اچھی طرح ذبح نہ کرسکتا ہو تو کسی مسلمان سے ذبح کرائے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہی بات ثابت ہے کہ انہوں نے بھی اپنے ہاتھ سے قربانی کرنے کو پسند فرمایا۔جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنی اولاد کو تاکید فرماتے تھے کہ قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرو۔

علماء نے اس میں حکمت یہ بیان کی ہے کہ مال انسان کی محبوب شئے ہے جیسا کہ قرآن کریم میں انسان کی فطرت بیان کرتے ہوئے فرمایا: **وانہ لحب الخیر لشدید.** (۲)

تو اپنے ہاتھ سے محبوب شئے کی قربانی کرنے سے یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالی کے حکم کے سامنے مسلمان اپنی محبوب و مرغوب اشیاء کی قربانی دے سکتا ہے۔

اللہ تعالی ہم کو شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔اور تمام عبادات کو خلوص کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(آمین بجاہ النبی الکریم)

(۱) **(صحیح البخاری)** (۲) **(العادیات:8)**

سوئے حرم

اداریہ

خالقِ کائنات نے انسان پر جو عبادات لازم فرمائی ہیں ان میں سے ''حج'' ایک پر لطف عبادت ہے۔ یہاں عابد اپنے معبود کے اس گھر کی طرف رختِ سفر باندھتا ہے جس کے لئے خود محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رخت سفر باندھا ہے۔ جیسے محبّ اپنے محبوب کے اشارے پر دیوانہ وار احکام کی بجا آوری کیلئے اپنے آرام وسکون کو قربان کر دیتا ہے یہی حال اس بیت اللہ کے زائر کا ہوتا ہے۔ دو چادریں پہن کر محبوب کی رضا کے حصول کیلئے بیت اللہ کی طرف رواں دواں ہوتا ہے، اپنے محبوب خالق و مالک کا نام لینا اس کا مشغلہ بن جاتا ہے، عاشقانہ انداز میں '' **لبیک اللھم لبیک** ''کی صدائیں بلند کرتا ہے، اٹھتے بیٹھتے نشیب وفراز غرض ہر مقام پر اس تلبیہ کی صدائیں لگا کر اپنے عشق ومحبت کا اظہار کرتا ہے، مسجد حرام میں پہنچ کر جب نگاہ کعبۃ اللہ کی عمارت پر ڈالتا ہے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں، تلبیہ ختم کر کے نگاہ اسی مرکزِ تجلیات پر مرکوز کر لیتا ہے، تلاش محبوب میں دیارِ محبوب کے چکر پر چکر لگانا اس کا کام بن جاتا ہے۔

کبھی حجر اسود کو بوسہ دے رہا ہوتا ہے تو کبھی صفا مرویٰ کے درمیان حکمِ محبوب سے سعی کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مزدلفہ ومنیٰ میں ارکان کی ادائیگی میں مشغول رہتا ہے۔ سرکشی اور نافرمانی پر ابھارنے والے شیطان کو کنکریاں مار کر اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ خالقِ کائنات کے احکامات کی تعمیل سے روکنے والے لعین کی سزا یہی ہے۔

میدان عرفات میں مناجات کا عالم وصالِ محبوب سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ اپنی راز ونیاز کی باتیں کرتا اور اپنے دلی احوال کو باری تعالیٰ کے سامنے پیش رکھتا ہے گویا زبانِ حال سے کہہ رہا ہوتا ہے:

مالی سوی قرعی لبابک حیلة　　　فلا ن رددت فای با ب اقرع

ترجمہ: میرے پاس تیرے دروازے کو کھٹکھٹانے کے علاوہ کوئی اور حیلہ نہیں اگر اس در سے بھی لوٹا دیا گیا تو کون سا دروازہ ہے جسکو کھٹکھٹاؤں؟

اس سفر میں مدینہ طیبہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے، روضہ رسول **علی صا حبھا**

الصلوۃ و السلام کی زیارت کی نیت سے سفر کر کے عشقِ رسول کا عجب اظہار ہوتا ہے۔ وہاں پہنچ کر درود وسلام کا تحفہ پیش کرنا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں شفاعت کی درخواست پیش کرنا اس کا محبوب ترین مشغلہ بن جاتا ہے۔ اپنے محبوب رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کر کے بموجبِ حدیث شفاعت کا مستحق بن جاتا ہے۔ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کرنے والا شخص یہ بخوبی جان لیتا ہے کہ چند عاقبت نا اندیش لوگ جو حیات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عقیدے کو کفر وشرک سے تعبیر کرتے ہیں ان کے قول کی کیا وقعت ہے؟ اگر انبیاء علیہم السلام کو قبر میں حیاۃ وسماع حاصل نہیں تو عرب وعجم کے مسلمان کیوں یہاں درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ اگر سعودی حکومت والے بھی اسی باطل عقیدے کے قائل ہوتے کہ انبیاء علیہم السلام کو قبر میں حیاۃ وسماع حاصل نہیں تو روضہ رسول ﷺ پر یہ اشعار نہ جانے کب کے ختم کر دیئے جاتے۔

؎ یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه

فطاب من طیبهن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه

فیه العفاف و فیه الجود والکرم

ترجمہ: اے وہ بہترین ذات جو ٹیلے میں مدفون ہے جس کی پاکیزگی سے یہ ٹیلے اور صحرا بھی پاکیزہ ہو گئے، میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رہائش پذیر ہیں (اس لئے کہ) اس میں عفت، سخاوت اور کرم نوازی ہے۔

سعودی حکومت سے ریال درآمد کرنے والے کاش ان سے ان کا عقیدہ بھی لے لیتے۔ سعودی حکومت والوں کا اس بارے میں جو نظریہ ہے ان کے علماء وفقہاء کی ان تصریحات سے معلوم ہو جاتا ہے:

1: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب مسند احمد بن حنبل میں یہ حدیث مبارک ذکر فرمائی ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مررت لیلة اسری به علی موسیٰ فرأیته قائماً یصلی فی قبره. (۱)

(۱) (مسند احمد بن حنبل ، رقم الحدیث 12231)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

2: علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:" **ولکن کا ن الدا خل یسلم علی النبی ﷺ لقوله ما من احد یسلم علی الا رد الله علی رو حی حتیٰ ارد علیه السلام، وھذا السلام مشروع لمن کان ید خل الحجرة**"(۱)

ترجمہ: لیکن روضہ رسول میں داخل ہونے والا آپ کی ذات گرامی پر سلام بھیجے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جو آدمی مجھ پر سلام کرے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں اور یہ سلام کرنا اس آدمی کیلئے مشروع ہے جو حجرہ اقدس میں داخل ہو۔

3: علامہ ابن قیم الجوزیہ رقمطراز ہیں:" **واذا کا ن ھذا فی الشھداء کا ن الانبیاء بذلک احق واولیٰ مع انه ، قد صح عن النبی ﷺ ان الارض لا تا کل اجساد الانبیاء ......وقد اخبر بانه ما من مسلم یسلم علیه الا رد الله علیه رو حه حتیٰ یرد علیه السلا م الی غیر ذلک**". (۲)

ترجمہ: جب یہ حیاۃ شہداء پائی جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام میں تو بدرجہ اولیٰ پائی جائے گی۔ مزید یہ کہ نبی ﷺ سے یہ حدیث ثابت ہے کہ زمین انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھاتی اور آپ ﷺ نے یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ کوئی بھی مسلمان آپ ﷺ (کی قبر) پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی روح لوٹا دیتے ہیں اور نبی علیہ السلام اس کا جواب دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی کئی احادیث اس بارے میں مروی ہیں۔

4۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں،

والذی نعتقد ان رتبة نبینا صلی الله علیه وسلم اعلی مراتب المخلوقین

(۱) (فتاویٰ ابن تیمیه کتا ب الزیا رة : ج:27:ص:145)

(۲) (کتاب الرو ح لابن قیم، المسئلة الرابعه ص:42)

على الاطلاق وانه صلى الله عليه وسلم حى فى قبره حيٰوة مستقرة ابلغ من حيٰوة الشهداء المنصوص عليها فى التنزيل اذ هو افضل منهم بلا ريب وانه صلى الله عليه وسلم يسمع من يسلم عليه. (۱)

ترجمہ: ”ہمارا اعتقاد یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تمام مخلوقات سے علی الاطلاق اعلیٰ ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں دائمی طور پر زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حیات شہداء کی حیات سے جو قرآن پاک میں منصوص ہے بہت بالا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بلا ریب افضل ہیں۔ اور آپ روضہ اطہر میں سلام عرض کرنے والوں کے سلام کو خود سنتے ہیں۔

4: شیخ محمد بن عبدالوہاب وسیلہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔ (۲)

لہذا حرمین کے مبارک سفر میں جہاں انورات بیت اللہ سمیٹ کے آئیں وہاں خناس کے وساوس سے بھی ضرور بچیں۔

(۱) (اتحاف النبلاء، ص: 415)

(۲) عقيدة الشيخ محمد بن عبدالوهاب السلفيه، ج:1، ص:325، تاريخ وهابيت، ص:157

تین کام چار طریقے

افادات: مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

ترتیب: مولانا محمد عاطف معاویہ

الحمدللہ مرکز اہل السنّت والجماعت سرگودہا میں ''تخصص فی التحقیق والدعوۃ'' کے چھٹے سال کا آغاز ہو چکا ہے جس میں پاکستان کے دور دراز علاقوں سے 50 فارغ التحصیل علماء کرام شریک ہیں اور اس وقت مسلک اہلسنت والجماعت احناف کے عقائد و مسائل کے تحفظ اور فرقِ باطلہ کے غلط نظریات کی تردید کے لیے جید اساتذہ کرام کی زیر نگرانی علمی تیاری میں مصروف ہیں۔ 17 ستمبر 2011 بروز ہفتہ بعد نمازِ ظہر متکلمِ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے اپنے افتتاحی بیان میں جو فرمایا وہ نذر قارئین ہے:

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے پیغمبر تشریف لائے ان کو ''مجموعہ نبوت'' کہتے ہیں۔ مجموعہ نبوت نے تین کام کیے ہیں، جس کے لئے چار طریقے اختیار فرمائے۔ جو تین کام فرمائے وہ یہ تھے:

(1) اشاعت دین یعنی اپنی دعوت کو ترغیب و ترہیب کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرنا۔

(2) دفاع دین یعنی اپنی دعوت پر ہونے والے شبہات کو دلائل کے ساتھ رد کرنا۔

(3) نفاذ دین یعنی اپنے مدعیٰ اور موٴقف پر طاقت کے ساتھ عمل کروانا۔

ان تین کاموں کے لئے چار طریقے اختیار فرمائے: (1) تقریر (2) تحریر (3) مناظرہ (4) جہاد

ان میں سے ہر ایک کا ثبوت قرآن سے بھی ہے اور حدیث سے بھی۔

تقریر کا ثبوت:

قرآن مجید میں ہے: ﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْداً قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ﴾ (۱)

(۱) (سورہ ھود آیت:50)

ترجمہ: ’’ہم نے قوم عاد کی طرف حضرت ہود کو بھیجا، انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔‘‘

﴿وَاِلیٰ ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صَالِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ﴾ (۱)

ترجمہ: ’’ہم نے قوم ثمود کی طرف حضرت صالح کو بھیجا، انہوں نے فرمایا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔‘‘

احادیثِ مبارکہ میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب آیت ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے قبیلوں کو آواز دی۔ جب لوگ آ گئے تو فرمایا: اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس وادی کے پیچھے ایک لشکر ہے جو تمہیں مارنا چاہتا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے، انہوں نے کہا بالکل تصدیق کریں گے۔ ہم نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف سچا ہی پایا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں آنے والے عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ (۲)

تحریر کا ثبوت:

قرآن مجید میں ہے۔

﴿قَالَتْ یٰاَیُّھَا الْمَلَؤُا اِنِّی اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾۔ (۳)

ترجمہ: ’’ملکہ بلقیس نے کہا اے درباروالو، میرے پاس ایک باعزت خط ڈالا گیا ہے، وہ خط حضرت سلیمان کی طرف سے ہے اور وہ یہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔‘‘

تحریر کا ثبوت حدیث سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کے نام خطوط بھیجے، ان میں سے صرف ایک خط کا ذکر کرتا ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف بھیجا تھا۔ جس کا مضمون یہ تھا

﴿من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم. سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام. ’’اسلم تسلم‘‘﴾ .(الحدیث) (۴)

دیکھیں نبوت کے الفاظ میں کتنی جامعیت اور طاقت ہے۔ حضور علیہ السلام نے دوٹوک اپنے

(۱) (سورۃ ھود آیت :61) (۲) (صحیح البخاری ج2ص702)

(۳) سورۃ نمل آیت نمبر(29,30) (۴) (صحیح بخاری ج: 1،ص:5)

موقف کو پیش فرمایا کہ ﴿اسلم تسلم﴾ یعنی اسلام قبول کرلے سلامت رہے گا۔ تو اس میں تحریر کا ثبوت ہے۔

مناظرہ کا ثبوت:

قرآن مجید میں ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرَاھِیْمَ فِیْ رَبِّہٖ اَنْ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ اِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ۔﴾ (۱)

ترجمہ: ''کیا آپ نے اس آدمی کو نہیں دیکھا جس نے حضرت ابراہیم سے اس کے رب کے متعلق جھگڑا کیا اس وجہ سے کہ اللہ نے اس کو بادشاہت دی جب حضرت ابراہیم نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ وہ بولا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

اس آیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مناظرہ کا ذکر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے رب ہونے کی دلیل دی کہ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے، نمرود نے کہا کسی کو زندہ کرنا اور مارنا یہ تو میں بھی کرسکتا ہوں، چنانچہ اس نے دو قیدی منگوا کر بے قصور کو مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا اور کہا کہ دیکھا میں جس کو چاہوں مارتا ہوں اور جسے چاہوں زندگی دے دیتا ہوں۔

نوٹ: نمرود موت وحیات کا معنی نہیں سمجھا جس طرح آج کا منکر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم موت و حیات کا معنی نہیں سمجھتا۔

مناظرہ کا ثبوت حدیث سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد آیا اور کہا ہم نے گفتگو کرنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا گفتگو کون کرے گا؟ انہوں نے کہا ہمارا شاعر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا، اشعار میں گفتگو ہوئی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ جیت گئے۔ انہوں نے کہا، ہمارا خطیب گفتگو کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جیت گئے۔

جہاد کا ثبوت:

جہاد کے موضوع پر میں دلائل نہیں دیتا اس لئے کہ جہاد کا تعلق دلائل سے نہیں غیرت سے

---

(۱) (سورۃ بقرۃ آیت نمبر 258)

ہے، اگر غیرت ہو اور دلیل ایک بھی نہ ہو تو بندہ جہاد کرے گا۔ اور اگر غیرت نہ ہو، دلائل بہت ہوں تو ان میں تاویل کرے گا جہاد نہیں کرے گا۔

یہ میری تمہید تھی اب اصل بات سمجھیں یہ تینوں کام اور چاروں طریقے دین کے کام اور طریقے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کی جو جماعت ان میں سے جو کام اور طریقہ اختیار کرے گی، اتحاد اہل السنّت والجماعت اس کے ساتھ ہوگی، ہم اس کی قطعاً مخالفت نہیں کریں گے۔ کوئی تبلیغ کی صورت میں اشاعت دین کرے، کوئی مناظرہ کی صورت میں دفاع دین کرے یا جہاد کی صورت میں نفاذ دین کرے ہم اس کے ساتھ ہیں، ہم کبھی بھی ان کی مخالفت نہیں کریں گے۔ یہ ہمارا مزاج ہے کہ اپنوں کی مخالفت نہیں کریں گے اور غیروں کو برداشت نہیں کریں گے، اپنوں کو سینہ سے لگائیں گے اور غیروں کو جوتے کی نوک پر بھی نہیں رکھیں گے، اگر اپنے دور کریں تو پھر بھی ہم قریب ہوں گے، یہاں اپنے کسی کی مخالفت نہ کرتے ہیں نہ ہی مخالفت برداشت کرتے ہیں اس لئے آپ میں سے کوئی ساتھی بھی کبھی کسی جماعت کی مخالفت نہ کرے۔ یہ چیز ہم سے برداشت نہ ہوگی کوئی جماعت کسی مصلحت کے لئے اپنے ساتھ کسی غیر کو ملائے، ہم اعتراض نہیں کرتے۔ ہمارا مزاج یہ ہے کہ اتحاد اہل السنۃ والجماعت کے سٹیج پر صرف وہ آئے گا جو سنی ہوگا۔ کبھی ہمارے سٹیج پر کوئی ملحد یا بدعتی، کوئی فرقی یا فرقہ، کوئی فتنی یا فتنہ ان شاء اللہ آپ کو نظر نہیں آئے گا، ہم خود کسی غیر کو اپنے سٹیج پر نہیں بلائیں گے، اگر کوئی جماعت بلائے گی تو ہم مخالفت نہیں کریں گے، کیونکہ ہماری جماعت کا نام اتحاد اہل السنۃ والجماعت ہے نہ کہ انتشار اہل السنۃ والجماعت۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپس میں متحد ہو کر دین کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ اس مرکز کو دنیا بھر کے اہل السنۃ والجماعت کا مرکز بنا دیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

آپ بھی حصہ دار بنیں

مرکز اہل السنّت والجماعت، سرگودہا کی عظیم الشان لائبریری کے لئے ہر طرح کی دینی علمی تحقیقی کتب کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی صاحب اپنی کتب نئی یا پرانی فروخت کرنا چاہیں یا کار خیر میں حصہ دار بنتے ہوئے وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہیں تو وہ درج ذیل نمبر پہ رابطہ کریں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

رابطہ نمبر: 0301 6715313

پالیسی

مفتی محمد رضوان عزیز

آدمی صرف بے وقوف ہو تو علاج ممکن ہے لیکن اگر اگر حماقت کے ساتھ ہمہ دانی کا دعویٰ مل جائے تو علاج ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔ قافلہ حق کا واسطہ بھی کچھ اس قبیلے کے عقل گزیدہ طبقے سے پڑا ہے۔ دن کو رات اور رات کو دن دکھانے میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ کذب بیانی و ہرزہ سرائی اور احمقوں کی جنت میں آبلہ پائی ان کا مستقل مشغلہ ہے۔ پہلے تو اپنے حدث کو الحدیث کے نام پر پھیلاتے رہے لیکن جب سے قافلہ حق کی جاندار اور مدلل تحریروں نے ان سرکشوں کو نکیل ڈالی ہے تب سے اپنی جہالتوں کی وادیسیہ میں بھٹک رہے ہیں۔ اور انہیں سمجھ نہیں آتی کہ ہر ماہ اپنے الحدث کا پیٹ کیسے بھرا جائے۔ علم تو خیر پہلے ہی ان کی گلی سے نہیں گزرا فہم وفراست کا بونا پن ان کی تحریروں سے عیاں ہے۔ الحدث کے اوراق سیاہ کرنے کے لئے بس ایک اصول بنالیا ہے جیسے زونگ والے کہتے ہیں بس بولتے جاؤ وووووو۔۔۔۔۔

ویسے اب ان کا وطیرہ بن چکا ہے بس اسلاف امت پہ بکے جاؤ بکے جاؤ وووو، چاہے بات بنتی ہو یا نہ بنتی ہو بس کہے جاؤ۔ ایک قلم کار جناب زبیر صاحب نے الحدیث، شمارہ 88 ص: 17 پر امین ملت رئیس المحدثین زبدۃ المحققین حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے بارے میں اپنا نامہ اعمال اور قلب سیاہ کی روشنائی لے کر ایک مضمون لکھا ہے جس کو پڑھ کر فاضل مضمون نگار کی ذہنی پسماندگی اور ان کی جماعت کی علمی کسمپرسی واضح ہوتی ہے۔ ویسے الحدیث کے مدیر زبیر علی زئی صاحب سے مودبانہ گزارش ہے کہ اپنے رسالے کا پیٹ بھرنے کے لئے اگر کچھ نہ ملے تو ایسی احمقانہ تحریروں کی بجائے طارق اسماعیل ساگر یا اشتیاق احمد کا کوئی ناول قسط وار شروع کر لیں تو یہ آپ کا اپنے مسلک پر احسان ہوگا۔ اب ان احمقانہ تحریروں میں سے چند ایک بطور نمونہ پھر اصل موضوع کی طرف عود کریں گے۔

بندہ نے کچھ عرصہ قبل الحدث کے مدیر صاحب کی عیادت کی تھی اور ان کی ایک تحریر کی بیماری پر انہیں خمیرہ پاپوش تجویز کیا تھا، الحمدللہ مریض کو تو کچھ افاقہ ہوا اور آئندہ کے لئے غلط گنتی فی الحال تو نہیں کی مگر دوائی کو بچوں کی پہنچ سے دور رکھنے کا تکلف شاید نہیں کیا گیا تھا اس لئے زبیر صادق آبادی صاحب نے پسندیدہ معجون ہونے کے باعث کچھ زیادہ استعمال کر لیا اور بدہضمی کا شکار ہو کر ایک مضمون لکھ مارا، مسلک اہل حدیث کی صداقت اور رضوان عزیز کی حماقت۔

اب مضمون میں تو راقم نے ان لوگوں کی مرزائیوں اور مسعودیوں سے 20 مطابقتیں با دلائل ثابت کی تھیں کہ اس حمام میں مرزائی اور مسعودی ہی نہیں بلکہ آپ بھی ننگے ہیں، اس کا تو کوئی جواب نہیں

دیا گیا اور نہ میرے پیش کردہ حوالوں کو غلط ثابت کیا اور نہ کر سکتے ہیں ان شا اللہ العزیز۔ الٹا سوال گندم جواب چنا۔ کہنے لگے ہمارے پیچھے نماز پڑھنے کو فلاں نے جائز قرار دیا ہے ہماری فلاں نے تعریف کی ہے فلاں دیوبندی عالم نے ہمارے بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے،

اذا قیل للبغل من ابوک قال الفرس خالی

خچر سے کسی نے پوچھا تمہارا باپ کون ہے اس نے کہا گھوڑا میرا ماموں ہے۔

جناب میں نے کب آپ سے پوچھا تھا کہ آپ کے بارے میں کس نے کیا کہا ہے؟؟؟ میں نے تو جناب کی مسائل میں ان سے مطابقتیں دکھائی تھیں مگر جواب آپ نے کچھ اور دیا۔ آتش پا ہو کر قلم اٹھانے اور جھاگ اڑاتے ہوئے اخلاقی حدود کی دھجیاں اڑانے سے قبل ٹھنڈے دل سے مخالف کا مضمون پڑھ لیا کرو ورنہ ناول نگاری شروع کر دو۔ دینی گفتگو آپ کے بس کا روگ نہیں۔

بالکل اسی طرح حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ پر الزام تراشی کرتے ہوئے جناب نے کہا حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے کے بارے میں امین اوکاڑوی کا باطل اصول۔ جناب عقل کا ختنہ کروائیں وہ آپ کا اصول ہے جو حضرت نے آپ کے منہ پر مارا ہے کہ اس اصول کے تحت تم کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف ثابت کر کے دکھاؤ کہ کسی بھی حدیث کو اللہ یا رسول نے صحیح یا ضعیف کہا ہو مگر آپ نے ادھر ادھر سے چند رطب و یابس باتیں جمع کر کے سوالات شروع کر دیئے۔ اور حماقت کی انتہا دیکھو خود حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی یہ بات بھی نقل کر رہا ہے کہ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا، ''یہ ایک بات یاد رکھیں کہ جس طرح حدیث اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے اس کو صحیح یا ضعیف محدثین ہی کہتے ہیں۔ کسی حدیث کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح یا ضعیف نہیں کہا اسی طرح ائمہ کے اقوال جو ہیں اب کوئی یہ نہیں کہتا کہ محدثین نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاکم بن گئے کہ کون ہوتا ہے بخاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے والا، وہ قاعدوں سے بتلایا کرتا ہے اسی طرح کون سا قول صحیح ہے کس پر اعتماد کرنا ہے کس پر اعتماد نہیں وہ ائمہ اصول بتایا کرتے ہیں۔ (۱)

جناب اس عبارت کے ہوتے ہوئے آپ کی یہ ساری خامہ فرسائی کیا اہمیت رکھتی ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے آپ پر الزامی سوال کیا تھا اور الزام الخصم بما ہوا قائلہ۔ الزام فریق مخالف کو اس کے مسلمات پر دیا جاتا ہے۔ دو اصول آپ کے مسلک کا مسلمہ مسئلہ ہے اس پر الزامی سوال حضرت نے کیا ہمارے مسلک کا جب یہ اصول ہے ہی نہیں تو اتنے ورق سیاہ کرنے کا فائدہ۔ حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کی علمی مار نے تمہاری عقلیں ضائع کر دی ہیں، جناب ہوش کرو بھینس کے نیچے چھوڑنے پر بھینسے کے نیچے چلے جانے والی پالیسی آپ کو نقصان دے گی۔

(۱) (فتوحات صفدرؒ، ج: 2، ص: 176 بحوالہ الحدیث ش: 88، ص:)

مسئلہ قربانی

مولانا مقصود احمد

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو اپنا قرب اور اجر عطاء کرنے کے لئے عبادات مقرر کیں مسلمان ان عبادات کو کرنے کے پابند اور مکلّف بنائے گئے ہیں یہی اللہ رب العزت کی اطاعت اور انسان کی عبدیت ہے مگر طریقہ ءعبادت کو اللہ رب العزت نے کسی جگہ یا وقت کے ساتھ مقرر و متعین کیا ہے مثلا نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور قربانی وغیرہ یہ وقت کے ساتھ اور حج وعمرہ اور ان کے ارکان کی ادائیگی وقت مقررہ کے علاوہ جگہ کے ساتھ بھی خاص ہے۔ وقت اور جگہ عبادات کی ادائیگی میں جسم میں روح کی طرح حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح جسم بغیر روح کے ناکارہ، بعینہ عبادات وقت مقررہ کے علاوہ بے فائدہ اور اجر وثواب سے خالی ہیں بلکہ بعض کا تو فوراً تدارک بھی نہیں ہوسکتا۔ دوسری طرف اگر کارخانہ ءکائنات کی تبدیلیوں میں غور کی جائے تو یہ تمام تغیر وتبدل اس قادر مطلق کی قدرت کا کرشمہ ہونے کے ساتھ حسن کائنات بھی ہیں۔ نظام دنیوی کے تغیر کی طرح نظام عبادت کی تبدیلیاں بھی یہی نقطہ اپنے اندر مضمر رکھتی ہیں، شاید اسی اختلافِ نظام ِ کائنات وعبادات کو مدنظر رکھ کر معروف ادیب وشاعر ”علامہ ذوق“ نے کیا خوب منظر وتصویر کشی کی ہے۔

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق اس جہان کو زیب ہے اختلاف سے

اس عملی اور کائناتی تبدیلیوں میں عقل انسانی شرع کے تابع اور حکم خدا کے آگے رضا بالقضاء (اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی ہونا) کا مزاج رکھتا دکھائی دیتا ہے، اسی وجہ سے موسم بہار دیکھنے کے بعد خزاں رسیدہ پتے اور پودے دیکھ کر سراپا احتجاج نہیں ہوتا۔ تو دوسری طرف تبدیلی عبادت مثلا اچھے و نئے خوبصورت معطر کپڑوں میں نماز عید ادا کرنے کے بعد قربانی کرنے کی وجہ سے اپنے کپڑوں اور بدن کے خراب اور ناپاک ہونے کی پرواہ کیے بغیر بلا جنبش زبان اجر وثواب کی امید رکھتے کام کرتا دکھائی دیتا ہے مگر ہر عبادت کا ثواب اصول شرعیہ اور طریقہ ءنبویہ کے مطابق کام کرنے پر ملتا ہے ورنہ اس بارگاہ ایزدی میں بیت اللہ کی تعمیر، حاجیوں کی خدمت، بیت اللہ کی مجاورت اور حلف الفضول جیسے عہد و پیاں بھی بغیر ایمان کے مردود اور ھباءً منثورا ہیں۔ اب اس مقدمہ پر ایک مسئلہ قربانی کی بنیاد و تعمیریوں قائم کی جاسکتی ہے

کہ ’’قربانی‘‘ جملہ عبادات میں سے ایک اہم اور ضروری عبادت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور ہمارے نبی اقدس ﷺ کا طریقہ و معمول بھی ہے جس کے کرنے والے کے فضائل، قربانی کے اجر اور نہ کرنے والوں (اہل ثروت وطاقت یعنی صاحب نصاب) کے لئے وعیدات، نبی رحمۃ للعالمین ﷺ کی زبان مبارک سے۔ جو آدمی قربانی کرنے کی طاقت کے باوجود قربانی نہ کرے تو اسکو ہماری عیدگاہ میں آنے کا کوئی حق واجازت نہیں (۱)

تمام اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک قربانی کے جانور کی کم از کم عمر متعین ہے۔ جس کا لحاظ اتنا ہی ضروری ہے جس طرح نماز، روزہ کے لئے وقت۔ اگر جانور کی عمر پوری نہیں تو قربانی درست نہ ہوگی، اسی کا ثبوت اور اشارہ حدیث جابرؓ کے اندر بھی موجود ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم عمر رسیدہ جانور کی قربانی کرو الاّ یہ کہ ملنا مشکل ہو جائے۔ (۲)

معزز قارئین کرام: اس حدیث مبارک میں عمر رسیدہ جانور کے ذبح کرنے کا حکم ہے تو اب اس حدیث میں عمر رسیدہ جانور کے مصداق و مفہوم میں محدثین نے کیا فرمایا اور اہل لغت نے ’’مسنہ‘‘ کا معنی اور تعریف کیا بیان کی، بڑے ہی اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

المسن کا معنی اہل لغت نے عمر رسیدہ (القاموس الوحید ص۸۱۲) بوڑھا جانور (المنجد ص۴۹۴) سے کیا ہے۔ اور محدثین اس کی تشریح میں یوں رقم طراز ہیں کہ مسنۃ ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں اور ثنی کہتے ہیں وہ اونٹ جو پانچ سال کا ہو، گائے بھینس میں جو دو سال کی ہو اور بکری بھیڑ جو سال کی ہو۔

نوٹ: بھیڑ کا ۶ ماہ کا بچہ جو اپنے فربہ اور جسامت میں سال والے کے برابر معلوم ہو اس کی قربانی درست ہے۔ (۳)

محدثین کے علاوہ حضرات فقہاء عظام جو بقول امام ترمذی حدیث کے معنی و مطلب کو سب سے زیادہ جانتے اور سمجھتے ہیں (ترمذی ج۱ ص۱۹۳) نے بھی اپنے کتب فتاویٰ کے اندر مندرجہ بالا ہی معنی کیا ہے اور قربانی کے جانور کی مذکورہ عمر ہی بیان کی کہ اونٹ کی کم از کم عمر پانچ سال، گائے بھینس کی عمر

(۱) (ابن ماجه، ص ۲۲۶) (۲) (صحیح مسلم ج۲ ص ۱۵۵)

(۳) (شرح مسلم للنووی ج۲ ص ۱۵۵، فتح الباری شرح بخاری ج۱۰ ص ۱۸ تکمله فتح الملهم ج۳ ص ۵۵۸، بذل المجهود ج۴ ص ۱۷، اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۴۲، لسان العرب ج۱۳ ص ۲۲۲، لغات الحدیث ج۲ ص ۳۸۱)

دوسال، بکری کی عمر ایک سال ہو۔(۱)

اہل لغت، محدثین اور فقہاء کرام کی شہادت کے ساتھ ساتھ خود معترضین منکرین کے گھر سے بھی چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

ہوسکتا ہے کسی طالب صادق اور گم گشتہ راہ کے لئے یہ حوالہ جات ضیا پاشی کرتے ہوئے صراط مستقیم تک پہنچا دیں بشرطیکہ تعصب مذہبی اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیا جائے۔(۲)

اور یہی بیان کردہ معنی ہی مسنہ کا شرعی معنی کہ یہ مسنہ سنۃ بمعنی سال سے ماخوذ ہے جس سے معلوم ہوا کہ جانور میں عمر کا اعتبار ہے دانت ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں! بسا اوقات عمر کی پہچان دانتوں کے کم زیادہ، ٹوٹنے سے ہوتی ہے لیکن یہ قربانی کا مدار نہیں جس طرح مونچھ، داڑھی کا آنا علامت مردانگی اور بالوں کا وقت پر سفید ہونا بڑھاپے کی دلیل ہے لیکن جس آدمی کی قدرتی طور پر داڑھی ،مونچھیں آئیں ہی نا تو کیا اس کو مرد یا بوڑھا نہ کہا جائے گا؟ کیوں نہیں! اگرچہ علامت ظاہر نہیں ہوئی تو اسی طرح قربانی کے جانور کے دانتوں کا مسئلہ ہے۔ اگر بقول غیر مقلدین ''دوندا'' (یعنی دو دانت ٹوٹا ہوا) شرط ہے تو پھر جس جانور کے دانت ٹوٹیں ہی نہ؟ یا بجائے دو کے تین ٹوٹ جائیں یا چار (چوگا) یا دانت شروع سے نکلیں ہی نہ؟ یا حادثاتی طور پر پہلے ٹوٹ جائیں یا صرف ایک ہی دانت ٹوٹے تو اس جانور کی قربانی شرعی نقطہ نظر سے جائز ہے یا نہیں؟ صرف اپنے اصول کی روشنی میں جواب دے کر مطمئن کریں یا پھر ہمارے موقف کو اپنے مذکورہ بڑوں کی طرح آپ بھی تسلیم کریں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی　　　تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

مزید یہ کہ حدیث مبارک میں مسنۃ کے ذبح کرنے کا حکم آیا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ مونث کا صیغہ ہے تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مونث (مادہ) جانوروں کی قربانی کا حکم دیا تو کیا اب صرف مادہ جانوروں کی قربانی جائز ہے؟ مذکر جانوروں کی قربانی پر کیا دلیل ہے؟ لہٰذا اہل السنّت والجماعت کے متفقہ موقف کو تسلیم کرتے ہوئے جانور میں عمر کا اعتبار کیا جائے گا تاکہ یہ مندرجہ بالا خرابیاں پیدا نہ ہوں اور شریعت مطہرہ پر عمل ہو جائے۔ (اللہ توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم)

(۱) (فتاویٰ عالمگیریہ ج۵ ص ۳۶۷،فتاویٰ شامی ج ۴ ص ۳۷) (۲) (فتاویٰ نذیریہ از مولوی نذیر حسین غیر مقلد ج۳ ص ۲۵۷ ،فتاویٰ ثنائیہ از امرتسری غیر مقلد ج ۱ ص ۸۰۳،تحفۃ الاحوذی المبارک پوری غیرمقلد ج۵ ص ۶۳، کنز الحقائق از وحید الزمان غیرمقلد ص ۹۳ ،لغات الحدیث از مبشر ربانی ج ۲ ص ۳۸۱)

علی زئی غیر مقلد کا مجذوبانہ واویلا

مفتی شبیر احمد

اللہ تعالی نے ہر انسان میں کچھ نہ کچھ صلاحیتیں رکھی ہیں۔اب کوئی آدمی ان صلاحیتوں کو صحیح استعمال کر کے اللہ کے انعامات کا مستحق بن جاتا ہے،مخلوق خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنتا ہے اور کوئی ان صلاحیتوں کو غلط استعمال کر کے خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اور فضلوا واضلوا کا مصداق بنتا ہے۔

اس زمانہ میں کچھ جاہل قسم کے لوگ ایسے ہیں جو جھوٹ بول کر محققین میں اپنا نام شمار کرانا چاہتے ہیں۔اس کی ایک مثال ماہنامہ ''الحدیث'' کا مدیر زبیر علی زئی ہے جس نے اپنے ماہنامہ کے شمارہ 89 ص:40 پر ایک عنوان ''ایک جھوٹی روایت اور الیاس گھمن کا قافلہ'' قائم کیا اور چند صفحات سیاہ کر کے اپنی علمیت منوانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ہم اس مضمون میں علی زئی کی جہالت کو آپ کے سامنے لانا چاہتے ہیں۔

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے قافلہ حق ج:5 ش:3 کے اداریے میں ''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اعتراضات کا جائزہ'' کے عنوان سے ایک علمی و تحقیقی مضمون تحریر فرمایا جس میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے فضائل ومناقب کے ساتھ ساتھ مخالفین کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات کے شافی و وافی جواب دیئے۔امام صاحب کے علمی مقام ومرتبہ کو بیان کرتے ہوئے امام موفق بن احمد المکی رحمہ اللہ کی سند سے ایک روایت نقل کی جس میں امام صاحب کی عظیم منقبت ثابت ہو رہی تھی لیکن فقہاء سے بغض کے حامل زبیر علی زئی کو اپنی ''فطری عادت'' کے پیش نظر یہ بات بالکل نہ بھائی تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اسے ضعیف بلکہ موضوع ومن گھڑت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔

علی زئی مماتی غیر مقلد نے ابتدا میں روایت کے صحیح ہونے کے لئے سند میں پانچ شرائط ذکر کی ہیں اور بزعم خود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ شیخ گھمن حفظہ اللہ کی پیش کردہ روایت میں یہ شرائط نہیں لہٰذا روایت موضوع ہے۔

ہم زبیر علی زئی غیر مقلد سے پوچھتے ہیں کہ کیا کسی روایت کے صحیح ہونے کے لئے صرف سند

کی صحت کو دیکھا جائے گا یا دیگر قرائن سے بھی روایت صحیح ثابت ہوتی ہے؟ کاش! علی زئی غیر مقلد یہ جملہ ''اہل سنت اصول حدیث اور اہل سنت اسماء الرجال کی رو سے'' لکھتے وقت اہل سنت کے اصول حدیث کو دیکھ لیتا تو روایت کو موضوع و من گھڑت ثابت کرنے کی کوشش سے باز رہتا۔ لیکن کیا کریں جس طرح ساون کے اندھے کو سبزہ ہی نظر آتا ہے بالکل اسی طرح بغض فقہاء میں اندھے زبیر علی زئی کو بھی امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب کی روایات سقیم وضعیف نظر آتی ہیں۔

لیجئے! ہم فقہاء و محدثین کی تصریحات ذکر کرتے ہیں کہ جنہوں نے روایت کی صحت کے لئے سند کی صحت کے علاوہ دیگر اصول بھی ذکر کئے ہیں جن سے روایت صحیح ثابت ہوتی ہے، لیکن نام نہاد ''محقق'' زبیر علی زئی کی ''علمی دیانت'' نے اسے ذکر کرنا گوارا نہ کیا۔

اصل نمبر 1: روایت کے صحیح و ثابت ہونے کے لئے صرف سند کا صحیح ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر روایت سنداً ضعیف بھی ہو مگر تلقی امت بالقبول ہو جائے تو وہ صحیح ہو جاتی ہے۔ ائمہ نے اس بات کی تصریح کی ہے۔

1۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''**قال بعضهم يحكم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح** .(۱)

ترجمہ: بعض محدثین کا فرمان ہے کہ جب لوگ کسی روایت کو قبول کر لیں تو اس کی صحت کا حکم لگا دیا جاتا ہے اگرچہ اس کی سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔

2۔ **قال ابن عبدالبر فی الاستذکار لماحکی عن الترمذی ان البخاری صحح حديث البحر هو الطهور ماؤه واهل الحديث لايصححون مثل اسناده لكن الحديث عندي صحيح لان العلماء تلقوه بالقبول''** (۲)

ترجمہ: امام ابن عبد البر، امام ترمذی سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے حدیث **البحر هو الطهور ماؤه** کو صحیح قرار دیا ہے اور دوسرے محدثین اس طرح کی سند کو ضعیف کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور صحیح ہونے کی وجہ علماء کا اس کو قبول کرنا ہے۔

علی زئی ''صاحب''! امام بخاری، امام ترمذی، امام جلال الدین سیوطی رحمہم اللہ سند کے ضعف کے باوجود تلقی بالقبول کی وجہ سے حدیث کو صحیح قرار دے رہے ہیں ان کے بارے میں بھی کوئی

(۱) (تدریب الراوی ص: 34) (۲) (تدریب الراوی ص: 34)

''فتوی'' صادر فرمائیں، انہیں بھی محدثین اہل سنت سے خارج کریں۔

جھوٹ بولا ہے زبیر تو اس پر قائم بھی رہو
آدمی کو ''صاحب کردار'' ہونا چاہیے

واہ علی زئی تیری تحقیق!

اصل نمبر 2: کسی روایت سے محدث یا فقیہ کا استدلال کرنا اس روایت کی صحت کی دلیل ہوتی ہے۔

ا۔ علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

''المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحاً له.'' (ا)

ترجمہ: مجتہد جب حدیث سے استدلال کرے تو یہ اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے۔

۲۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

''وقد احتج بهذا الحديث احمد وابن المنذر وفي جذمهما بذالک دليل على صحته عندهما.'' (۲)

ترجمہ: اس حدیث [جس پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کیا ہے] سے امام احمد اور امام ابن المنذر رحمہما اللہ نے احتجاج کیا ہے اور ان دونوں کا اس حدیث سے احتجاج پر جزم کرنا ان کے نزدیک حدیث صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

۳۔ محدث وفقیہ علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

''وكذا في جز م كل مجتهد بحديث دليل على صحته عندهٗ'' (۳)

ترجمہ: ''اسی طرح ہر مجتہد کا حدیث سے استدلال کرنا دلیل ہے کہ حدیث اس کے نزدیک صحیح ہے۔''

علی زئی ''صاحب''! علامہ ابن الہمام، حافظ ابن حجر اور علامہ ظفر احمد عثانی رحمہم اللہ کی تصریحات پر غور کریں کہ انہوں نے صحت حدیث کے معاملے میں صرف سند کی صحت کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا بلکہ محدث وفقیہ کے استدلال کو بھی دلیل صحت بنایا ہے۔

اصل نمبر 3: اگر کسی روایت کے مضمون پر اجماع ہو جائے تو وہ روایت قوی بن جاتی ہے اگر اس کی سند

(ا) (تحریر لابن الهمام)
(۲) (التلخيص الحبير لابن حجر، ج: 1، ص: 170) (۳)(قواعد فی علوم الحدیث، ص: 58)

میں کوئی ضعف ہوتو اجماع کے بعد ضعف ختم ہو جاتا ہے۔

1۔امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **وقد روی عن جابر بن عبدالله باسناد لا یصح ان النبی صلی الله علیه وسلم قال الدینار اربعة وعشرون قیراطاً و هذا الحدیث وان لم یصح اسناده ففی قول جماعة العلماء به واجماع الناس علی معناه ما یغنی عن الاسناد فیه.** (۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں جس کی سند صحیح نہیں، حدیث یہ ہے کہ ایک دینار چوبیس قیراط کا ہوتا ہے۔اس حدیث کی سند اگرچہ صحیح نہیں لیکن علماء کی ایک جماعت کا یہی قول اختیار کرنا اور لوگوں (فقہاء ومحدثین) کا اس کے معنی پر اجماع کر لینا اس کی سند سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

2۔غیر مقلدین کے پیشوا قاضی شوکانی لکھتے ہیں، ''**وقد اتفق اهل الحدیث علی ضعف هذه الزیادة لکنه قد وقع الاجماع علی مضمونها**'' (۲)

ترجمہ: محدثین اس زیادتی کے ضعف پر متفق ہیں لیکن اس کے مضمون پر اجماع واقع ہو چکا ہے۔(یعنی اجماع کے بعد یہ ضعف نقصان دہ نہیں)

3۔دوسری جگہ لکھتے ہیں ''**وفی اسناده ابراهیم بن محمد شیخ الشافعی وهو ضعیف وقد وقع الاجماع علی ما افادته الاحادیث**'' (۳)

ترجمہ: اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن محمد شیخ الشافعی ہے جو کہ ضعیف ہے لیکن احادیث سے جو ثابت ہو رہا ہے اس پر اجماع ہو چکا ہے۔(لہٰذا یہ ضعف حدیث پر اثر انداز نہیں ہوگا۔)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ اور خود غیر مقلدین کے پیشوا قاضی شوکانی کی تصریحات کہ سندی ضعف کے باوجود اس کے مضمون پر اجماع نقل کر رہے ہیں اور امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے تو اجماع کی یہ قوت بیان کی کہ یہ سند سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

علی زئی ''صاحب''! کاش آپ نے اپنے ''پیشوا'' قاضی شوکانی کی بات پر کان دھرے

(۱) (التمهید ج:8 ، ص: 228)

(۲)(الدراری المضیه شرح الدرر البهیة، ج:1،ص:19) (۳) (الدراری المضیه شرح الدرر البهیة ج:1،ص:118)

ہوتے اوراس ''مقدس رشتے'' کا بھرم رکھ لیتے۔

قارئین کرام! ان اصولوں سے معلوم ہوا کہ روایت کی صحت کے لئے صرف سند کا صحیح ہونا شرط نہیں جیسا کہ علی زئی مماتی غیر مقلد کا باطل نظریہ ہے بلکہ اگر روایت کو تلقی بالقبول یا اس کے مضمون پر اجماع ہو جائے تو سند پر بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔

ان اصولوں کے بعد حاصل یہ ہے کہ شیخ گھمن حفظہ اللہ کی پیش کردہ روایت سے امام صاحب کا اعلم اور امام ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپ کے امام و اعلم ہونے پر اجماع اکثری ہے اور اس کو تلقی بالقبول حاصل ہے لہٰذا اس روایت کا صحت کا درجہ حاصل کرنا یہ اصول حدیث کی رو سے ثابت ہے۔ علی زئی مماتی غیر مقلد کا اس پر ضعف کا حکم لگانا یہ اس کی جہالت کی واضح دلیل ہے۔

اس روایت کی سند پر بحث کرنے کی ضرورت تو نہیں لیکن علی زئی کی جہالت کو واضح کرنے اور اتمام حجت کے لئے اس کی اسنادی حیثیت سے بھی بحث کی جاتی ہے، جس سے معلوم ہوگا کہ علی زئی مماتی غیر مقلد نہ صرف یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بغض سینہ میں رکھتا ہے بلکہ اصول حدیث سے بھی جاہل ہے۔ علی زئی نے کہا کہ یہ روایت مناقب کردری میں بے سند ہے۔ ہم پوچھتے ہیں جناب کیا ایک کتاب میں سند کا نہ ہونا ضعف کی دلیل ہے؟ آپ بخاری شریف سے حضرت ابن زبیر کا عمل آمین کے متعلق پیش کرتے ہیں حالانکہ بخاری شریف میں اس کی کوئی سند مذکور نہیں ہے تو اب ہمت کریں اور اس کو بے سند ہونے کی وجہ سے ضعیف قرار دے دیں۔ اس کے بعد علی زئی نے ہماری پیش کردہ روایت کے چند راویوں پر جرح کی ہے۔

1۔ امام موفق بن احمد المکی پر علی زئی نے جرح نقل کی ہے اور اس کی وجہ سے روایت بلکہ ان کی ساری کتاب کو نا قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ حالانکہ ائمہ نے ان کو ادیب ،فاضل، **له معرفة بالفقه والادب، كان اديباً فقيهاً**، فقیہ قرار دیا ہے۔(۱)

قارئین کرام! جو ہستی فقیہ معرفت بالفقہ والادب جیسی خصوصیات رکھتی ہے، علی زئی جیسا ''محقق'' اسے ضعیف ثابت کرنے کے درپے ہے۔ فقیہ کو مجروح اور ضعیف قرار دینا علی زئی جیسے دجاہل ہی کا کام ہے۔

(۱) (طبقات الحنفیہ ج:2، ص:188 الاعلام ج:7،ص:333 معجم المئولفین ج:13،ص: 52)

علی زئی کہتا ہے کہ ''موفق بن احمد معتزلی اور رافضی ہونے کی وجہ سے مجروح ہے لہٰذا اس کی ساری کتاب نا قابل اعتماد ہے۔'' واہ! کیسا اصول بنایا ہے ''جناب'' نے۔ہم پوچھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں کتنے راوی ہیں جن پر'' رافضی''، ''مرجئہ''، ''ناصبی'' قدری وغیرہ ہونے کی جرح ہے تو کیا ان روات کی وجہ سے آپ صحیح بخاری کی احادیث کو ضعیف نا قابل اعتماد کہیں گے؟ اور کیا ان روات کی وجہ سے بخاری شریف نا قابل اعتماد ہو جائے گی؟ اگر احادیث کی کتب کو نا قابل اعتماد قرار دینا آپ کا محبوب مشغلہ ہے تو صحیح بخاری کے بارے میں اپنی رائے ضرور دیجئیے۔

الحاصل امام موفق بن احمد المکی ادیب، فاضل اور فقیہ ہیں اور فقہ کی نعمت تو اس کو ملتی ہے جس کے ساتھ باری تعالی بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں **كما فی الحديث من يرد الله به خيرا يفقهه فی الدين** ۔اللہ تعالی نے امام موفق المکی کو فقہ کی دولت سے نوازا لیکن فقہ کے دشمن عقل کے پجاری علی زئی سے یہ نعمت ہضم نہیں ہو رہی، الحاصل، امام موفق مکی کے فقیہ ثابت ہونے کے بعد ان پر جرح کرنا باطل ہے۔

2۔دوسرے راوی امام ابو محمد الحارثی ہیں جن پر علی زئی نے جرح نقل کی ہے۔ان کی توثیق درج ذیل ہے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

(ابو محمد الحارثی) الشيخ الامام الفقيه العلامه المحدث عالم ما وراء النهر. (۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ **العلامه ابو محمد عبد الله بن محمد بن يعقوب بن الحارث البخاری الفقيه ،شيخ الحنفيه بماء وراء النحر و يعرف بعبدالله الاستاذ وكان محدثا جوالاً راساً فی الفقه صنف التصانيف.** (۲)

حافظ ابن حجر نے بھی ان کو فقیہ قرار دیا۔(۳)

ملاحظہ فرمائیں کہ امام ابو محمد الحارثی محدث بھی ہیں اور فقیہ بھی، لیکن علی زئی ان کو ثقہ ماننے کے لئے تیار نہیں، آگے علی زئی نے یہ ''گل فشانی'' کی ''ان کو الامام، الفقیہ، الاستاذ کے القاب سے کوئی فائدہ نہیں''۔ جناب یہ کس محدث کا اصول ہے کہ ان الفاظ سے توثیق ثابت نہیں ہوتی؟ چاہیئے تو یہ تھا کہ جناب کسی محدث کسی امام کا حوالہ دیتے کہ الامام الفقیہ الاستاذ سے تعدیل وتوثیق ثابت نہیں ہوتی لیکن جناب

(۱) (سیر اعلام النبلاء ج:10،ص: 235)

(۲) (العبر ج:1،ص:329، شذرات الذهب ج:3ص:63) (۳) (لسان المیزان ج:3،ص:348)

نے صرف اپنی کتاب کا حوالہ دیا کہ ''دیکھیئے میری کتاب تحقیقی مقالات''۔سرائیکی زبان کا ایک محاورہ ہے کہ ''چوردا گواہ گنڈھ کپ''یعنی چور کے حق میں جس نے گواہی دی وہ خود جیب تراش ہے۔ جناب نے بھی اپنے حق میں خود گواہی دی ہے۔ جناب! فقیہ تو اللہ کا محبوب ہوتا ہے۔آپ اللہ کے محبوب سے کیوں دشمنی کررہے ہیں۔لہٰذا فقیہ اور امام ہونے کی وجہ سے امام ابو محمد الحارثی پر جرح مردود ہے۔

3۔تیسرے راوی ہیں امام ابوعصمہ سعد بن معاذ المروزی۔ان پر علی زئی نے مجہول ہونے کی جرح نقل کی ہے۔حالانکہ اصول حدیث کی رو سے یہ جرح بھی مردود ہے، کیونکہ مجہول کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مجہول الحال ۲۔ مجہول العین

مجہول الحال کا مطلب جس کی عدالت ظاہر نہ ہو، مسلمان ہو۔امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے متبعین کے نزدیک مجہول الحال کی روایت قبول کی جائے گی یعنی راوی کا مسلمان ہونا اور فسق سے بچنا اس کی روایت کی قبولیت کے لئے کافی ہے۔

مجہول العین کا مطلب یہ ہے کہ علماء اس راوی اور اس کی روایت کو نہ پہچانتے ہوں۔اس سے صرف ایک راوی نے نقل کیا ہو بالفاظ دیگر اس سے ایک شاگرد نے روایت نقل کی ہو۔

مجہول کی اقسام میں سے ایک قسم بھی ابوعصمہ پر صادق نہیں آتی نہ مجہول الحال نہ ہی مجہول العین۔احناف کے اصول کے مطابق تو اس کی روایت قبول ہے ہی دیگر ائمہ کے اصول کے مطابق بھی اس کی روایت قبول ہے کیونکہ ان کے شاگرد کئی ہیں اور یہ ہیں بھی مسلمان۔لہٰذا ان کی روایت قبول ہوگی۔ خود امام ذہبیؒ نے بھی جب ان کا ترجمہ نقل کیا ان کے شاگردوں کا تذکرہ فرمایا کہ ان کے شاگردوں میں ابورجاء محمد بن حمدویہ اور اہل مروشامل ہیں۔(۱) ان کے دوسرے شاگرد ابومحمد نبہان بن اسحاق ہیں۔(۲)

تو امام ذہبی کا ان کے شاگردوں کو ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مجہول نہیں ہیں لہٰذا زبیر کا زنبوری اعتراض معترض کی ذات کی طرح مردود ہے۔

آخر میں علی زئی نے ''خلاصۃ التحقیق'' کے نام سے کہا کہ یہ روایت ان راویوں کی وجہ سے موضوع و من گھڑت ہے۔ جناب! یہ روایت موضوع تو کیا ضعیف بھی نہیں کیونکہ اس کے مضمون اور معنی پر اجماع ہے اور اس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے فلہٰذا متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب

(۱) (تاریخ اسلام لذہبی ج:19،ص: 152) (۲) (طبقات الحنفیہ)

حفظہ اللہ کا اس روایت کی سند کو صحیح فرمانا اصول کی رو سے بالکل درست ہے۔اس پر اعتراض کرنا علی زئی کذاب کی جہالت ہے۔

آخر میں ہم قارئین کی خدمت میں خود زبیر علی زئی کے الفاظ پیش کرنا چاہتے ہیں اور عوام کو صحیح راستہ کی طرف دعوت دیتے ہیں ۔'' قارئین کرام خود فیصلہ کرلیں کہ وہ اہل سنت کی معتبر کتابوں اسماء الرجال کے مستند اماموں اور اصول حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں یا سلف صالحین کے رستے کو چھوڑ کر جدید محققین اور باغیان سلف صالحین (مثلاً علی زئی کذاب اور اس کے متبعین ......از ناقل) کے پیچھے چلنا چاہتے ہیں جو انہیں صراط مستقیم اور عدل وانصاف سے ہٹا کر ہلاکت وگمراہی کی پگڈنڈیوں پر گرانا چاہتے ہیں؟''

علی زئی مماتی غیر مقلد نے بالکل بجا بات کہی ہے کیونکہ علی زئی اصول حدیث اور سلف صالحین کو چھوڑ چکے ہیں۔سلف نے تلقی بالقبول کو دلیل صحت مانا، اجماع سے ضعف کی دوری کا اصول اپنایا ہے لیکن علی زئی ابھی بھی ان اصولوں کو پس پشت ڈال کر امام اعظم فی الفقہا کے بارے میں مروی روایت (جس کے مضمون اور معنی کو تلقی بالقبول حاصل ہے) پر اعتراض کر کے گمراہی کی وادی میں بھٹک رہے ہیں اور مجذوبانہ واویلا کر رہے ہیں۔

صدائے ہوش

محمد زبیر، کمالیہ

قربانی واجب نہیں...... بھینس کی قربانی جائز نہیں...... گھوڑے کی قربانی جائز ہے...... مرغی کی بھی قربانی دی جاسکتی ہے...... ایام التشریق قربانی کے دن ہیں...... بکری پورے گھر کی طرف سے کافی ہے...... گائے میں سات، اونٹ میں دس آدمی شرکت کر سکتے ہیں......

حافظ محمد سعید صاحب بے تکان بولے جا رہے تھے اور پاس بیٹھے پرنسپل بھائی امیر حمزہ صاحب ان کی تائید میں ایک من کا سر ہلا رہے تھے۔

گفتگو ابھی جاری تھی۔ اتنے میں قاری مراد صاحب بھی تشریف لے آئے۔ مجلس میں بیٹھے محمد شفیق صاحب نے قاری صاحب کو صورتحال سے آگاہ کیا اور بولے اب گفتگو فرمائیں۔

آپ لوگوں کا کام ہی اہل سنت والجماعت سے اختلاف کرنا ہے۔ امت مسلمہ کو توڑنے کا جیسے آپ نے ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ حالانکہ سورۃ الکوثر کی آیت نمبر ۲ ''**فصل لربک وانحر**'' میں وانحر سے قربانی کا وجوب ثابت ہو رہا ہے اور بھینس کی قربانی کے جواز پر علامہ ابن تیمیہ (۱) اور ابن حزم ظاہری (۲) جیسے حضرات نے بھی فتوی دیا ہے اور ابو داود شریف میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مرفوعاً روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ پھر گھوڑے اور مرغ کی قربانی کو جائز سمجھتے ہو تو عمل کیوں نہیں کرتے؟

ایام التشریق میں ۹ ذی الحجہ بھی ہے لیکن آج تک کسی نے بھی اس دن قربانی نہیں کی۔

باقی رہی بات کہ بکری پورے گھر کی طرف سے کافی ہے اس پر کوئی دلیل............

قاری مراد صاحب نے میٹھے لہجے میں بات ختم کرنا چاہی مگر حافظ سعید صاحب درمیان میں بول پڑے اس پر دلائل موجود ہیں۔

مولانا علی محمد سعیدی نے فتاوی علماء حدیث کی جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۲ پر موطا امام محمد کے حوالے سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے۔

(۱) (مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ، ج:۳۵، ص:۳۵) (۲) (المحلی بالآثار، ج: ۴، ص: ۸۹)

"کنا نضحی بالشاۃ الواحدۃ یذبحھا الرجل عنہ وعن اھل بیتہ ثم تباھی الناس بعد ذلک"

آدمی اپنی اور گھر والوں کی طرف سے بکری بکرے کی قربانی دیا کرتا تھا، بعد میں فخر ومباہات کا سلسلہ جاری ہو گیا تو ایک ایک کی طرف سے دینے لگے۔اور یہی روایت جامع الترمذی میں بھی موجود ہے۔

قاری مراد صاحب اطمینان وسکون سے بیٹھے سنتے رہے۔

مزید سنیے! ابن ماجہ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھے قربانی کے ذبح کرتے ، ایک اپنی اور گھر والوں کی طرف سے اور ایک امت مسلمہ کی طرف سے۔

مدیر حافظ زبیر علی صاحب بڑے خوش ہو رہے تھے کہ دلائل کے انبار لگ گئے مگر ان کے چہرے سے ملال بھی ظاہر تھا کہ اس طرح تو چرمہائے قربانی میں کمی آئے گی۔ بھائی امیر حمزہ صاحب نے پریشانی بھانپ کر زبیر علی صاحب کے کان میں سرگوشی کی جناب فکر کی ضرورت نہیں۔تین چار مرتبہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھا کر سالانہ اخراجات مکمل کر لیں گے۔

اتنے میں قاری مراد صاحب متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ میں تو آپ کو عقل کا ہمسایہ سمجھتا تھا مگر لگتا ہے عقل کا سایہ بھی آپ سے کوسوں دور ہے۔آپ نے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت دلیل میں پیش کی ، ان کے متعلق تمہارے امام قاضی شوکانی نیل الاوطار ، ج:۵، ص:۱۲۵ پر فرماتے ہیں کہ "والحدیثان یدلان علی انہ یجوز للرجل ان یضحی عنہ وعن اتباعہ و یشرکھم معہ فی الثواب "یعنی قربانی ایک آدمی کی طرف سے ہوتی اور ثواب میں دوسروں کو شریک کر لیتا ہے اور حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۲۶ پر لکھا ہے:"تاویل الحدیث الباب انہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان اشتراک جمیع امتہ فی الثواب تفضلا منہ علی امتہ"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت اپنی امت کو قربانی کے ثواب میں شریک کرنے کے ارادے سے ایسا فرمایا۔

اگر یہی قاعدہ ہے کہ بکری اہل خانہ کی طرف سے کافی ہے تو پھر گائے خاندان کی طرف سے، گھوڑا پورے محلے کی طرف سے ،اونٹ دیہات کی طرف سے کافی ہونا چاہیئے ۔محمد شفیق صاحب قاعدہ بیان کر کے خاموش ہو گئے اور پھر تمہارے نزدیک قول صحابیؓ و فعل صحابیؓ حجت شرعیہ نہیں ۔حضرت ابو ایوب

انصاریؓ والی روایت میں، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عطاء بن یسار کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل نقل فرما رہے ہیں۔

گویا یہ قول صحابی ہونے کی وجہ سے حجت شرعیہ نہیں۔اور اس پر چند حوالے بھی سن لیں۔

زیرا کہ قول صحابی حجت نیست (قول صحابی حجت نہیں)(فتاوی نذیریہ، ج:۱،ص:۳۴۰)

وفعل الصحابی لا یصلح للحجۃ (فعل صحابی حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا)(التاج المکلل ص:۲۰۷)

صحابہ کی درایت معتبر نہیں۔(شمع محمدی ص:۱۹)

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ابن ماجہ ص۲۲۶ پر جو روایت موجود ہے'' ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان له سعته ولم يضح فلم يقربن مصلنا''یعنی جو صاحب نصاب ہو کر قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے اور دوسری روایت حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ابن ماجہ میں موجود ہے۔''قال كنا وقوفا عند النبى صلى الله عليه وسلم بعرفة فقال يايها الناس ! ان على كل اهل بيت فى عام اضحية و عتيرة. '' کہ ہم صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وقوف عرفات میں تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گھر والوں میں سے ہر ایک شخص پر ہر سال قربانی اور عتیرہ واجب ہے۔

(نوٹ:عتیرہ اس بکری کو کہتے ہیں جو ماہ رجب کے اول عشرہ میں ذبح کی جاتی ہے، یہ حکم منسوخ ہو چکا)

اس سے ہر صاحب نصاب پر قربانی کے وجوب کا ثبوت ہو رہا ہے۔

حافظ سعید صاحب! جب بکری پورے گھر کی طرف سے کافی ہے تو پھر گائے میں سات اور اونٹ میں دس کی شراکت کیسے؟ اس پر کوئی دلیل۔

دلیل تو کیا جناب اس شراکت پر دلائل موجود ہیں۔حافظ صاحب گھبراہٹ سے نکلنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولے۔

تو سنیئے جناب! ترمذی شریف، باب ماجاء فی الاشتراک فی الاضحیۃ میں سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے''كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم فى سفر فحضر الاضحى فاشتركنا فى البقرة سبعة وفى البعير عشرة ''یعنی ہم کسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے،قربانی کا دن آگیا،ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے۔

اورسید نذیر حسین دہلوی نے فتاوی نذیر یہ میں اسی کے مطابق فتوی دیا ہے۔حافظ سعید صاحب اتنی بات کہہ کر خاموش ہو گئے۔تو قاری مراد صاحب گویا ہوئے کہ جناب عالی! ترمذی شریف کے اسی باب میں حدیث جابر بھی تو ہے ’’قال نحرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام الحديبية البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة‘‘ کہ ہم نے حدیبیہ والے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کی۔اونٹ میں بھی سات شریک ہوئے اور گائے میں بھی اور پھر امام ترمذی حدیث ابن عباس کے بعد فرماتے ہیں،هذاحديث حسن غريب ۔حدیث جابر کے بعد فرماتے ہیں،هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم وغيرهم۔کہ حدیث جابر صحیح ہے اور معمول بہا ہے۔صحابہ کرام وتابعین عظام کا بھی یہی عمل رہا ہے۔
حاشیہ ترمذی شریف صفحہ ۲۷۶ پر لکھا ہے کہ دس شرکا والی حدیث منسوخ ہے اور پھر صحیح مسلم کی ج:۱،ص:۴۲۴ پر، اعلاء السنن کی ج:۱۷،ص:۲۰۴ پر بھی اسی مضمون کی احادیث موجود ہیں۔کہ گائے اور اونٹ میں سات آدمی ہی شریک ہو سکتے ہیں اور باقی رہا سید نذیر حسین دہلوی کا فتویٰ تو،سید نذیر حسین دہلوی فتاویٰ نذیر یہ ج:۱،ص:۳۴۰ پر فرماتے ہیں’’حاصل آنکہ فتوی ابن عباس وابن زبیر ہرگز قابل احتجاج نیست۔‘‘فتوی ابن عباس وابن زبیر ہرگز دلیل بننے کے قابل نہیں۔

ایک جگہ روایت ابن عباس کو دلیل بنا کر فتوی دے رہے ہیں تو دوسری جگہ فتوی ابن عباس کو قابل دلیل ہی نہیں سمجھتے۔یہ فتاویٰ ہیں یا چوں چوں کا مربہ۔

ان دلائل سے واضح اور صریح اونٹ میں سات کی شراکت جائز ہو رہی ہے نہ کہ دس کی۔
قاری مراد صاحب نے بڑے دلنشین انداز میں جوابات عرض کیئے اور ساتھ ہی اپنے دلائل بھی پیش کیئے۔مگر حافظ سعید صاحب چونکہ کافی ہٹ دھرم واقع ہوئے تھے اتنے دلائل کے باوجود اپنی غیر مقلدانہ ضد پر اڑے رہے۔قاری مراد صاحب جان گئے کہ پہلے کی طرح اب بھی ان کو سمجھانا چیونٹی کے پاؤں میں رسہ ڈال کر کھینچنے والی بات ہے۔

☆☆☆

ملفوظات اوکاڑوی رحمہ اللہ

مولانا محمد علی ڈیروی

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

ایک دن ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ اگر کسی مسئلہ میں تین امام ایک طرف ہوں اور ایک، ایک طرف، تو کس مسئلے پر عمل کرنا چاہیئے۔ میں نے کہا اپنے امام کی تقلید کرنی چاہیئے۔ کہنے لگا اگر چہ دوسری طرف تین ہوں۔ میں نے کہا آپ کے خلاف چار بھی ہوں تو آپ ان کی مخالفت سے نہیں ڈرتے۔ چاروں اماموں کے ہاں ایک مجلس کی تین طلاق تین ہوتی ہیں اور یہ آپ سب کے خلاف ہیں، چاروں میں سے کسی کے ہاں بھی باریک جرابوں پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوتا۔ آپ سب (ائمہ) کے نزدیک بے وضو نمازیں پڑھ کر اپنی نمازیں ضائع کرتے ہیں۔ چاروں اماموں کے نزدیک مقتدی رکوع میں ملے تو اس کی رکعت پوری شمار ہوتی ہے، چاروں ائمہ نماز جنازہ آہستہ پڑھنے کے قائل وفاعل تھے۔ آپ سب کے خلاف ہیں۔ پھر میں نے پوچھا آپ قربانی کا گوشت کھاتے ہیں، کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا کم وبیش ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو ننانوے نبیوں کی شریعت میں قربانی کا گوشت کھانا جائز نہ تھا اور صرف ایک ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جائز ہے۔ اب آپ ایک کی مانتے ہیں یا سب کی۔ کہنے لگا ہمیں تو صرف اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرنی ہے۔ ہمیں یہ کیا ضرورت کہ دوسری طرف کتنے نبی ہیں۔ میں نے کہا اجتہادی مسائل میں ہمیں اپنے ہی امام کی تقلید کرنی ہے، ہمیں اس کی کیا ضرورت کہ دوسری طرف کتنے امام ہیں۔ کہنے لگا کہ وہ تو ناسخ ومنسوخ کا مسئلہ ہے۔ اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ میں نے کہا یہاں راجح مرجوح کا مسئلہ ہے اور مرجوح پر عمل جائز نہیں۔ (۱)

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

یہاں پاک و ہند میں دوسری صدی میں اسلام آیا۔ دوسری سے تیرہویں صدی تک یہاں کے اہل السنۃ ایک ہی مذہب حنفی رکھتے تھے۔ یہ ان صدیوں میں حج کے لئے بھی جاتے رہے مگر حنفی ہی

(۱) (تجلیات صفدر، ج:2، ص:563)

جاتے حنفی ہی واپس آتے۔ انگریز کے دور میں کچھ لوگ یہاں شافعی مذہب کے بعض مسائل کھینچ لائے اور اختلاف پیدا کر دیا۔ وہ اختلاف پیدا کرنے والے بھی خود تھے اور اختلاف کے خلاف شور بھی مچاتے تھے۔ بالکل چور مچائے شور والی مثال پوری کر دی۔ بارہ صدیوں میں یہاں لاکھوں کافر مسلمان ہوئے اور سب سنی حنفی بنے۔ ان اختلاف کے بانیوں نے یہاں اختلاف پیدا کیا اور چونکہ یہاں ایک ہی مذہب تھا اس لئے جو سوال کافر بھی نہ سوچ سکتے تھے وہ خوب پھیلایا کہ اب اگر کوئی کافر مسلمان ہونا چاہے تو کس مذہب میں آئے گا۔ حالانکہ بات صاف ہے کہ آج بھی یہاں ایک ہی مذہب ہے اور وہ مذہب حنفی ہے اور یہ نئے اختلاف والے تو لا مذہب ہیں۔

حضرت اوکاڑوی نے فرمایا:

غیر مقلدین کے امیر جماعت مولانا داود غزنوی فرماتے ہیں، اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ہم تقلید سے مطلقاً انکار کرتے ہیں اور عوام کو یہ تعلیم ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث اور فقہ سے بے بہرہ ہونے کے باوجود ائمہ کرام کے اقوال کو ٹھکرا دیں اور بے زمام اور بے مہار ہو جایا کریں تو وہ صریحاً غلط فہمی میں مبتلا ہے۔(۱)

مولانا داود غزنوی نے ائمہ کے اقوال ٹھکرانے والے کو گویا شتر بے مہار فرمایا ہے۔ ہمارا کام ہے کہ آپ کو بتلا دیا جائے کہ تقلید سے نکلنے والوں کو علمائے عرب و عجم لا مذہب، مولانا سیالکوٹی مادر پدر آزاد فرماتے ہیں اب آپ کیا اپنی پسند ہے۔(۲)

(۱) (داود غزنوی، ص:373) (۲) (تجلیات صفدر، ج:2، ص:606)

قبر میں نماز

مولانا نور محمد تونسوی

برکۃ السلف حجۃ الخلف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ فضائل اعمال میں تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ حافظ حدیث ہیں اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی' فرمایا کہ اگر ان آنکھوں سے روئیں نہیں تو فائدہ ہی ہو جائے' ابوسنان رحمہ اللہ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ دیکھو کیا ہو رہا ہے اس نے کہا چپ ہو جاؤ! جب دفن کر چکے ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت رحمہ اللہ کا کیا عمل کیا تھا؟ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو؟ ہم نے قصہ بیان کیا اس نے کہا پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔(۱)

قارئین کرام! حضرت ثابت رحمہ اللہ جلیل القدر محدث اور مشہور تابعی ہیں صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں محدثین نے ان کو ثقہ ثبت بلکہ اثبت کہا ہے مذکورہ بالا واقعہ میں ان کے عقیدہ حیات قبر کا بیان ہے کہ قبر میں ہر مردہ کو درجہ بدرجہ ایک خاص قسم کی حیات حاصل ہوتی ہے جس کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور اس حیات قبر کی وجہ سے مردہ انسان قبر کی جزا و سزا اور عذاب و راحت کو محسوس کرتا ہے چونکہ قبر کی کارروائی غیب کی چیز ہے جس پر بغیر دیکھے ایمان لانا ضروری ہے اس لیے عموماً جزا و سزا لوگوں کی نظروں سے مستور رہتی ہے البتہ اللہ جل شانہ بطور خرق عادت کے بعض بندوں کو یہ چیز دکھا بھی دیتے ہیں حیات قبر کا سب سے اعلیٰ اور اونچا درجہ حضرت انبیائے کرام الصلوۃ والسلام کو حاصل ہوتا ہے جسکی وجہ سے ان کی وراثت مالی تقسیم نہیں ہوتی اور ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کسی کو نکاح کرنے کا حاصل نہیں ہوتا ہے اور اسی قوی تر حیات کی وجہ سے ان کے اجسام مطہرہ اپنی اپنی قبور میں محفوظ اور تر و تازہ رہتے ہیں اور وہ حضرات اپنی قبور میں نماز وغیرہ میں مشغول و مصروف رہتے ہیں جب کوئی امتی ان پر سلام عرض کرتا ہے وہ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں چونکہ حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ کو نماز والے عمل سے بے حد محبت تھی اور وہ اس کو کسی صورت بھی ترک کرنا گوارا نہ کرتے تھے اسی لئے اللہ تعالی سے دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ مجھے قبر میں نماز پڑھنے والی سعادت نصیب فرما اور یہ شوق دعا ان میں اس لیے پیدا ہوا کہ ان کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث پہنچی ہوئی تھی۔'' **الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون** (۲) اس حدیث کے پہلے راوی حضرت انس صحابی ہیں دوسرے راوی حضرت ثابت رحمہ اللہ ہیں چونکہ

(۱)(فضائل اعمال ص ۳۶۱ بحوالہ اقامۃ الحجۃ)

(۲)(مسند ابو یعلی ص 658)

اس حدیث کی رو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ السلام کا اپنی قبور میں نماز پڑھنا ان کے نزدیک حتمی اور یقینی تھا البتہ غیر انبیائے کرام کے لیے اس سعادت کا حصول یقینی نہیں تھا تو حضرت بنانی رحمہ اللہ کی دعا کا خلاصہ گویا یہ کہ اللہ انبیائے کرام کا قبر میں نماز پڑھنا تو لاشک اور لاریب ہے اگر غیر انبیاء کیلیے بھی یہ سعادت ہے تو مجھے ضرور عطا فرمانا۔

حیات الانبیاء علیہم السلام اور محدثین کرام رحمہم اللہ:

پوری امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام بالخصوص محدثین کرام کا عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام اور ان کی صلوۃ فی القبر پر متفق ہے کیونکہ ان حضرات کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ تواتر کے ساتھ پہنچی ہیں جن سے حیات قبر وصلوٰۃ فی القبر اور سماع عند القبر بڑی وضاحت کے ساتھ ثابت ہے حتی کہ انہوں نے اس عقیدہ پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً جزء حیات الانبیاء للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ وغیرھم اسی طرح محدثین کرام کا باب عذاب قبر قائم کرنا بھی درحقیقت حیات قبر کو ثابت کرنے کے لیے ہے کیونکہ عذابِ قبر کو حیات قبر لازم ہے اور عذاب کا لفظ بھی تغلیباً استعمال ہوتا ہے ورنہ عذاب قبر میں عذاب اور راحت قبر دونوں شامل ہیں میرے ناقص مطالعہ کے مطابق آج تک کوئی محدث ایسا نہیں گزرا جس نے عذاب قبر کے عنوان سے حیات قبر کو ثابت نہ کیا ہو بعض محدثین نے باب حیات الانبیاء بھی قائم کئے ہیں اور جمہور محدثین کرام نے خاص کر عقیدہ حیات الانبیاء علیہم السلام کو بھی اپنی کتابوں میں بڑی بسط وتفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ الغرض! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد سے لے کر تادم تحریر روئے زمین پر کوئی ایک محدث ایسا نہیں گزرا جس نے حیاتِ قبر، سماع قبر اور حیات الانبیاء علیہم السلام کو کسی نہ کسی رنگ میں ثابت نہ کیا۔

ایک مغالطہ کا جواب:

عصر ہذا کے معتزلہ جو حیات قبر کا انکار کرتے ہیں اور دھوکہ دینے کے لیے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ محدثین کرام نے باب وفات صلی اللہ علیہ وسلم تو قائم کیا ہے لیکن باب حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی محدث نے قائم نہیں کیا ان کج فہموں کو معلوم ہونا چاہیے کہ صرف باب نہیں بلکہ کتاب موجود ہے کتاب نہیں بلکہ کتابیں موجود ہیں جو صرف اور صرف اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں ایک دو نہیں بلکہ درجنوں کتابیں ضبط تحریر میں آ چکی ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا عقیدہ:

حضرت شیخ الحدیث نے سید ثابت بنانی رحمہ اللہ کا نماز قبر والا واقعہ نقل فرما کر اپنے عقیدے کو واضح کیا وہ بھی حیات قبر، صلوۃ قبر، حیات الانبیاء اور اسماعہم عند القبور الشریفہ پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی فضائل درود شریف:

محترم قارئین! حضرت شیخ الحدیث نے اپنا یہ عقیدہ صرف فضائل نماز میں یہ واقعہ نقل کرتے

بیان نہیں کیا بلکہ ان کی اس عقیدہ پر ایک مستقل تصنیف ہے جس کا نام ''فضائل درود'' ہے یہ بہت بڑی بابرکت کتاب ہے اس کتاب میں حضرت شیخ رحمہ اللہ نے عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق مطابق کتاب وسنت کے روشن دلائل کے ذریعہ حیات الانبیاء، تعلق بالجسد العنصری، انبیاء کرام کا اپنی قبور میں نمازیں وغیرہ ادا کرنا، قریب سے صلوۃ وسلام کا سننا، دور سے پہنچایا جانا اور استفشاع عند القبر الشریف وغیرہ مسائل وعقائد کو بیان کیا ہے یہ کتاب قابل دید اور لائق مطالعہ ہے اور بندہ عاجز کے نزدیک اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند سے وابستہ تمام علماء طلبہ اور عام وخاص کے لئے اس کا مطالعہ از حد ضروری ومفید ہے۔

جماعت تبلیغی کے ارباب حل وعقد سے مؤدبانہ گزارش:

بندہ عاجز نے اپنی اس جماعت کے علماء، بزرگان اور اکابر کی خدمت میں بطور مشورہ کے یہ درخواست پیش کرتا ہے کہ جس طرح آپ حضرات دیگر فضائل اعمال کی طرح فضائل درود شریف کی اشاعت فرما کر ثواب دارین حاصل کر رہے ہیں اسی طرح فضائل درود کی تعلیم بھی اپنے مجمعوں میں عام کریں جس طرح تعلیمی حلقوں میں دوسرے فضائل سے ایک ایک دو دو حدیثیں پڑھی جاتی ہیں اسی طرح حسب معمول فضائل درود شریف میں سے بھی کچھ پڑھ کر عوام وخواص کو سنایا جائے ان شاء اللہ اس کا بہت بڑا فائدہ ہوگا، ثواب کے علاوہ ساتھیوں کے عقائد درست ہوں گے اپنوں اور غیروں کی غلط فہمیاں دور ہوں گی مزید حضرت شیخ الحدیث کی روح پر فتوح کو اس کا ثواب مزید پہنچے گا بلکہ اکابر جماعت اس بات کی اطلاع پا کر بے حد خوش اور مسرور ہوں گے۔

اختلاف نہیں، اتفاق ہے:

بعض میرے سادہ لوح بھائی فرمایا کرتے ہیں کہ میاں! یہ اختلافی مسئلہ ہے اس سے اختلاف ہوتا ہے لہٰذا اس کو نہ چھیڑنا چاہیے تو یہ ان حضرات کی خوش فہمی ہے حقیقت یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات بعد الوفات اور ان کے سماع عند القبور میں کسی کو اختلاف نہیں ہے چودہ سو سال سے یہ مسئلہ اتفاقی چلا آ رہا ہے حتیٰ کہ سعودی عرب کے بہت بڑے عالم اور ان کے امام محمد بن عبد الوہاب نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے (۱) اور اگر کوئی شخص چودہ سو سال کے بعد اس اجماع کو توڑتا ہے تو اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔

معذرت:

بندہ عاجز جماعت تبلیغ کو اولیاء دیوبند کی جماعت سمجھتا ہے اور اس کا پرانا خادم ہے لہٰذا میرے اس مشورہ سے کسی صاحب کو کسی قسم کی غلط فہمی لاحق نہیں ہونی چاہیے صرف ''**الدین النصیحة**'' کے تحت یہ خیر خواہانہ مشورہ عرض خدمت کر دیا ہے بقول علامہ اقبال رحمہ اللہ ''خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے'' شاید میرا مشورہ پسند آ جائے اور عمل میں آ جائے۔ ؎ گر قبول افتد زہے قسمت

(۱) (کتاب التوحید ص ۴۹)

بوتل فروشی سے ضمیر فروشی تک

مفتی محمد رضوان عزیز

کاروبار میں ترقی اللہ کے فضل کی دلیل ہوتی ہے جبکہ کاروبار حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے ترقی کرے لیکن اگر مال جمع کرنے کی حرص میں انسان امانت دیانت صداقت شرافت شرم وحیا حتی کہ ضمیر کر بھی برائے سیل جنس بنا دے تو یہ ذلت کی انتہا ہوتی ہے۔ ایسے ہی ہمارے کچھ کرم فرماؤں میں ایک ہستی جناب زبیر صادق آبادی صاحب کی ہے کہ جنہوں نے کذب بیانی الزام تراشی اور خیانتوں میں اپنے بڑے (زع) کے بھی کان کاٹ دیئے ہیں۔ دجال کے بارے میں جو آتا ہے کہ وہ انتہا درجے کا مکار ہوگا، جنت کو دوزخ اور دوزخ کو جنت بنا کر دکھائے گا تا کہ لوگوں کو گمراہ کر سکے، اگر دجال کی شعبدہ بازیاں سمجھ نہ آتی ہوں کہ وہ اتنا بڑا دھوکا کیسے کر سکے گا تو برائے مہربانی ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو کا کوئی شمارہ اٹھا کر دیکھ لیں اور جن کتب یا جلیل القدر محدثین پر ان سگان دم بریدہ نے خامہ فرسائی کی ہوان شخصیات اور کتب کو پڑھ لیں اور الحدیث کی الزام تراشی کو پڑھیں تو دجال کی دجالی سازشیں سمجھ میں آ جائیں گی کہ یہ لوگ مقدمۃ الجیش کے طور پر دجال کی راہ کس طرح ہموار کر رہے ہیں۔ میرے الفاظ کی سختی کو جناب گوارا فرمائیں کہ کبھی زہر بھی کرتا ہے کار تریاقی!

جناب زبیر بوتل فروش نے الحدیث شمارہ نمبر 81، فروری 2011ء ص:32 پر ضمیر فروشی کرتے ہوئے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ پر زبان طعن دراز کی ہے اور اپنے من کی خباثتوں کو کاغذ پر منتقل کرتے ہوئے اس قدر خیانتوں اور خباثتوں کا ارتکاب کیا ہے کہ دیانت سر پیٹ کے رہ گئی۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے فضائل اعمال ص:100 پر تذکرۃ الحفاظ کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کیا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے 500 احادیث جمع فرمائیں اور ایک رات بے چین رہے اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے منگوا کر وہ صحیفہ جلا دیا اور جلانے کی وضاحت فرمادی کہ اس میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو اور واقع میں معتبر نہ ہو اور اس کی روایت میں گڑبڑ ہو جس کا وبال مجھ پر ہو۔(۱)

(۱) (الحدیث ، ص:32)

اب ایک واقعہ ہے مگر سمجھنے والوں کی فہم نے اس سے مختلف نتیجے اخذ کئے اور یہ حقیقت ہے شہتوت کو جب ریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو اس سے ریشم نکلتا ہے مگر اسی شہتوت کو جب ڈاکٹر غلام جیلانی برق یا آپ حضرات جیسی شاۃ العائرہ قسم کی بکری کھاتی ہے تو مینگنیاں بن کر نکلتی ہیں، اس میں شہتوت کا تو کوئی قصور نہیں۔ اب اس حدیث کو غلام برق جیلانی نے حجیت حدیث کے انکار کی دلیل بنایا جس کا بروقت دفاع حدیث کے حقیقی محافظوں کے سرخیل امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے کیا اور مدلل علمی محاسبہ کرتے ہوئے اس روایت کی کمزوریاں واضح فرمائیں۔ اور غلام برق جیلانی کو امام اہل السنۃ کی اس سعی جمیل سے توبہ کی توفیق مل گئی۔ فللّٰہ الحمد اور دوسرا نتیجہ اس روایت سے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے اخذ فرمایا ہے وہ روایت حدیث میں احتیاط کا پہلو ہے اور حضرت رحمہ اللہ نے خود فائدہ میں اپنے اس استدلال کی وضاحت بھی فرمادی جس کو اس عقل کے مارے زبیر نے خود نقل کیا ہے مگر نا معلوم وہ کون سے مذموم مقاصد ہیں جن کی تکمیل کے لئے اتنی ڈھٹائی سے جھوٹ بول کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں کہ شیطان بھی ان کے جھوٹ سے پناہ مانگنے لگ جاتا ہے۔ اب حضرت کی عبارت پڑھئے اور اس ضمیر فروش دشمن دین و ایمان کا اس عبارت پر تبصرہ پڑھیے۔

حضرت شیخ فائدہ میں رقمطراز ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ تو علمی کمال اور شغف تھا کہ انہوں نے پانسو 500 احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمال احتیاط تھا۔ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا۔ اسی وجہ سے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت کم روایتیں نقل کی جاتی ہیں، ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو ممبروں پہ بیٹھ کے بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں۔ (۱)

اب اس ایمان افروز نصیحت پر سابقہ بوتل فروش موجودہ ضمیر فروش کا ایمان سوز تبصرہ پڑھیے۔

قارئین کرام ہوسکتا ہے کہ آپ نے بھی تبلیغی جماعت والوں سے سنا ہو کہ ہر ایک حدیث کو بیان نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سو احادیث کا ایک صحیفہ تھا انہوں نے احتیاط کی وجہ سے جلا دیا۔ اس بات کا تبلیغی جماعت والوں کو فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے خلاف حدیث بیان کرنے والا ڈر جائے کہ کہاں میں اور کہاں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب وہ اتنی احتیاط کرتے

(۱) (فضائل اعمال، ص: 100، الحدیث، ش: 81، ص: 32,33)

تھے تو مجھے بھی خاموش رہنا چاہیے تو پھر تبلیغی جماعت والوں کو جھوٹے اور شرکیہ قصے سنانے کا خوب موقع مل جاتا ہے دراصل یہ سبق انہیں ان کے شیخ الحدیث زکریا کاندھلوی نے پڑھایا ہے، چنانچہ محمد زکریا کاندھلوی تبلیغی نے لکھا ہے۔۔۔الخ واقعہ مذکورہ بالا۔

اب آیئے جناب کی گوہر افشانی کا علمی محاسبہ کریں کہ اہل حق کے بغض نے انہیں کس قدر اندھا کر دیا ہے کہ امت مسلمہ کے مسلّمہ حقائق پر بھی پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے۔ جناب ضمیر فروش صاحب نے اپنے قارئین سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے تبلیغی جماعت والوں سے یہ سنا ہو کہ ہر ایک کو حدیث بیان نہیں کرنی چاہیئے ۔؟؟ تو جناب آپ کیا کہتے ہیں کہ ہر ایک کو حدیث بیان کرنی چاہیے جبکہ محدثین کرام تو ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو حدیث بیان کرنے کا اختیار نہیں دیتے۔ حافظ زین الدین عراقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ،الباعث علی الخلاص من حوادث القصاص، میں فرماتے ہیں:

وان اتفق انه نقل حديثاً صحيحاً كان آثمافي ذلک لانه ينقل مالا علم له به وان صادف الواقع كان آثما باقدامه علی ما لم يعلم(۱)

کہ اگر اتفاقی طور پر (غیر عالم) نے کوئی صحیح حدیث بھی بیان کی تب بھی گنہگار ہوگا اس لئے کہ اس نے ایسی بات نقل کی جس کا اسے علم نہ تھا اگر چہ وہ حدیث واقع کے مطابق ہو لیکن یہ بغیر علم کے روایت حدیث کی جسارت کرنے کی وجہ سے مجرم ہوگا۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر تبلیغی جماعت والے احباب روایت حدیث میں احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہیں تو آپ کو کیا پریشانی ہوئی کہ آپ کی ہنڈیا جوش مارنے لگی۔

دراصل آپ لوگوں کا مشن لوگوں کے دلوں سے عظمت حدیث کو ختم کرنا ہے تاکہ ہر شخص آپ کی طرح منہ پھاڑ کر خود ساختہ حدیثیں گھڑ گھڑ کر سناتا رہے۔ اور اس کو روکنے ٹوکنے والا نہ ہو آپ شاید متجاہل ہیں یا اللہ کے فضل سے اوریجنل جاہل ہیں جن کی نظر سے یہ حدیث مبارک نہیں گزری۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم كفی بالمر كذبا ان يحدث بكل ما سمع۔(۲)

کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ جو بات سنے اس کو (بلا تحقیق) آگے نقل کردے۔

اب اس حدیث مبارک کو سامنے رکھ کر حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے اس جملے پر دل سے

(۱) (بحواله الموضوعات الكبری ،ص: 33، طبع قديمی كتب خانه ، كراچی)

(۲) (مقدمه مسلم، باب النهی عن الحديث بكل ما سمع ، رقم7)

غور کرو اور دیانت کی کچھ بھی بو باقی ہوئی تو ان شا اللہ اپنی الزام تراشی سے اعلانیہ توبہ کرلو گے۔ الا یہ کہ **لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھا اولٰئک کالانعام بل ھم اضل** کے قبیل میں داخل ہو چکے ہوئے تو پھر اللہ ہی حافظ ہے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں،''ہم لوگوں کو اس وقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو ممبروں پر بیٹھ کے بے دھڑک احادیث نقل کردیتے ہیں۔(۱)

حضرت اس میں چونکہ بے دھڑک اور بلا تحقیق حدیث کے نقل کرنے سے منع فرمارہے ہیں جوکہ جناب کی طبع آوارہ کے لئے ایک بوجھ گراں ہیں اس لئے چیخ اٹھے اور شرم وحیا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے بکنا شروع کردیا:۔ثابت ہوا کہ نام نہاد قسم کے شیخ الحدیث بنے یا بنائے ہوئے لوگ منکرین حدیث کی راہ پر گامزن ہوکر کس طرح کی خیانتوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔(۲)

حدیث کے بیان کرنے میں احتیاط کی نصیحت کرنا خیانت ہے یا آپ کی مسلکی خباثت ہے جو اس احتیاط کی روادار نہیں ہے کیونکہ آپ کا تعلق اس گروہ سے ہے جن کے فتنے کی اطلاع نبی صادق المصدوق نے زبان نبوت سے امت کو پہلے ہی دے دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آبائکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم "(۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ آخری زمانہ میں کچھ دجال وکذاب (الحدث کے قلم کار وغیرہ) آپ کے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں نہ آپ نے سنا ہوگا نہ آپ کے آباؤ اجداد نے۔ پس اپنے آپ کو ان (اہل حدیثوں) سے بچاؤ تاکہ تمہیں گمراہ کرکے فتنے میں نہ ڈال دیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے پوری دنیا میں خدمت دین وتبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دینے والے لاکھوں کی تعداد میں موجود تبلیغی جماعت کے احباب کو روایت حدیث میں احتیاط کا حکم دے کر کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جرم عظیم سے بچالیا اور اللہ کی کروڑوں لعنتیں ہوں ان پراگندہ افکار کی باسی سڑاند کے علمبرداروں کی عقل وخرد پر جو انکار

(۱) (الحدث،ش: 81،ص:33) (۲) (الحدیث ش:81،ص:35)

(۳) (مسلم شریف (مقدمه) حدیث نمبر 16)

حدیث کا دروازہ کھولنے کے لئے اور کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جرم کا احساس لوگوں کے دلوں سے ختم کرنے کے لئے ہر ایک کو احادیث مبارک میں موشگافیاں کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ **اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم۔** آخر سے قبل جناب نے تنبیہ کے طور پر غلام جیلانی برق اور شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا تقابل کرتے ہوئے کہا۔

تنبیہ: زکریا تبلیغی اور ڈاکٹر غلام برق جیلانی میں فرق یہ ہے کہ ڈاکٹر غلام برق جیلانی نے ایسی باتوں سے رجوع کرلیا تھا دیکھیے الشریعہ ص:251 اور زکریا تبلیغی کا مذکورہ حکایت سے رجوع کرنا ثابت نہیں۔(الحدث ش:81،ص:35) ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟؟؟؟؟

غلام برق جیلانی نے اس روایت کو انکار حدیث کی دلیل بنایا تھا اس پر لازم تھا کہ رجوع کرے اور توبہ تائب ہو لیکن شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے روایت حدیث میں احتیاط کرنے کا مشورہ دیا ہے۔کیا حدیث کے بیان کرنے میں احتیاط کا کہنا بھی گناہ ہے جس سے توبہ ضروری ہے۔آپ آئندہ شمارے میں یا تو اپنے ہفوات سے توبہ نامہ شائع کریں یا پھر یہ اصول لکھیں کہ روایت حدیث میں احتیاط کا کہنا یا احتیاط کرنا جرم عظیم ہے جس پر توبہ کرنا ضروری ہے۔ہم دست بستہ جناب کی خدمت میں حاضر ہوکر اس واقعے سے حاصل شدہ سبق پر توبہ کریں گے۔خدا تمہیں کچھ عقل نصیب فرمائے۔آخر میں جناب نے الحدث کا پیٹ بھرنے کے لئے اور ز۔ع۔صاحب کی جعلی علمیت کا رعب بٹھانے کے لئے اس کے روات پر بعض محدثین کی جرح نقل کی ہے۔لیکن جیسے کہتے ہیں خدا گنجے کو ناخن نہ دے اسی طرح احمق کو لکھنے کا فن نہ ہی دے تو اس کی نوازش ہے جب ص 34 پر امام اہل السنۃ کی اس روایت کے روات پر جرح نقل کر دی تھی تو دوبارہ زنبور صاحب کی جرح ص 35 پر نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔کیا ہمیں امام اہل السنۃ کی جرح پر اعتراض تھا جو آپ نے اس کی تائید میں مزید لب کشائی فرمائی۔خوامخواہ، گدھے کے ساتھ کتا باندھنے کا آپ کو کیا فائدہ؟؟؟؟؟

☆☆☆

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے

(کائناتِ خداوندی کا مقدس ترین خطہ)

مفتی عبدالواحد قریشی

یوں تو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں بڑی عظیم مخلوقات پیدا فرمائی ہیں۔مگر جو مرتبہ انبیاء علیھم السلام کو ملا کسی اور کو نہ ملا اور اس طرح جس مقام و مرتبہ سے ہمارے پیارے پیغمبر امام الانبیاءؑ وجہ تخلیق کائنات، سرکار دو عالمؐ تاجدار ختم نبوت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا کسی کو نہ ہوا۔آپ علیہ السلام 63 برس تک اس زمین کے اوپر رہے تو وہ زمین بھی آپ علیہ السلام کے قدم بوسی کے شرف سے منور ہوتی رہی۔

قدم قدم پہ برکتیں ، نفس نفس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

بالآخر جناب نبی کریم ﷺ اپنی پیاری زوجہ مطہرہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کے حجرہ مبارکہ کے اندر آرام فرما ہوئے۔تو آج وہ عظیم جگہ سبز روضہ کی شکل میں مسجد نبوی ﷺ کے ایک گوشہ میں قبلہ کے بالمقابل جنوب کی طرف ہمیں نظر آتی ہے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں دفن کرنے کی وجہ سیدنا صدیق اکبرؓ کا وہ روایت کردہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔**مادفن نبی الّاحیث یموت .** (۱)

ترجمہ: نبی ﷺ جس جگہ فوت ہوا اُسے وہیں ہی دفن کیا جائے۔

تو آپ ﷺ کی وفات حضرت عائشہ صدیقہؓ کے کمرے میں ہوئی تو آپ ﷺ کی قبر مبارک بھی وہیں ہی بنائی گئی۔

یہ بات آسمان کے چمکتے سورج سے زیادہ روشن اور واضح ہے کہ مکین کی عظمت و شرف کی بناء

(۱) ترمذی حدیث نمبر 1018،ابن ماجہ 1628، مالک بلاغا عن ابی بکر الصدیق ج: 1،ص: 231، دیلمی ، ص: 6261)

پر مکان کی عظمت کو جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اگر چہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی فضیلت سے متعلق ہمارے ہاں ایک مستقل بحث ہے ان میں سے ہر دو کی افضیلت پر تو اختلاف ہو سکتا ہے۔ مگر اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ روضہ اقدس میں زمین کا وہ ٹکڑا جس سے نبی کریم ﷺ کا جسم مبارک مس ہو رہا ہے یہ عرش معلیٰ، کعبہ وکرسی سے بھی اعلیٰ اور افضل ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پر صبح وشام 70 ہزار فرشتے آسمان سے نازل ہو کر سرکار دوعالم کی قبر پر آپ ﷺ کو سلام کا تحفہ پیش کرتے ہیں (فضل الصلوۃ علی النبی لابن اسحاق القاضی، رقم الحدیث 102، طبع سعودیہ 1996) جو فرشتہ ایک بار حاضر ہو کر سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کر لیتا ہے قیامت تک پھر اسکی حاضری کی باری نہیں آتی۔

یہاں پر غور طلب بات یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے امتیوں اور غلاموں پر اللہ تعالیٰ کے کرم اور عنایات کی کس قدر وسعت ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی نظر التفات کے طفیل جب چاہیں جتنی بار چاہیں اسی منبع سخاوت سے اپنی جھولیاں بھر لیں۔ جب چاہیں اس چشمہ نور کے جلووں سے اپنے دل ودماغ کی دنیا منور کر لیں۔ جب چاہیں رحمت وبرکت کی دولت کو سمیٹ لیں حضور سرور کائنات ﷺ نے امتی زائرین کو روضہ اقدس کی حاضری اور اپنی قبر مبارک کی زیارت کے متعلق بے شمار بشارتیں بھی دی ہیں

ادب گا ہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

آمدم برسر مطلب: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک سے متعلق آٹھ روایات آئی ہیں جس میں 5 روایات صحیح بخاری میں اور 3 صحیح مسلم میں ہیں۔ صحیح بخاری میں ایک حضرت عبداللہ بن زید المازنیؓ سے اور چار روایات حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں۔

عن عبدالله بن زيدالمازني رضى الله عنه انّ رسول الله ﷺ قال مابيني بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة.(۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زید المازنیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں میرے گھر اور میرے منبر کے درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (یادرہے کہ یہ وہ حدیث ہے جو آج بھی روضہ اقدس پر لکھی ہوئی ہے)

(۱) (بخاری شریف ج1ص159باب فضل مابين القبر والمنبر كتاب التهجد طبع قديمی کراچی)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان:

انه ليس في الارض بقعة اكرم على الله من بقعة قبض فيهانفس نبيه.(۱)

ترجمہ: زمین میں کوئی خطہ ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس خطہ سے زیادہ معزز ہو جس میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض فرمائی۔

ان احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح میں حضرات محدثین وفقہاء کرام نے بہت زیادہ تفصیل سے کلام فرمایا ہے۔

شارح مسلم، محدث کبیر، فقہ شافعی کے عظیم سرخیل، حضرت امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف المتوفیٰ 676ھ۔

1): **باب فضل مابين قبره ومنبره وفضل موضع منبره . قوله صلى الله عليه وسلم . مابين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة ذكروافي معناه قولين احدهماان ذلك الموضع بعينه ينقل الى الجنة والثاني ان العبادة فيه تؤدي الى الجنة قال الطبري في المرادبيتي هناقولان احدهماالقبرقاله زيدبن اسلم كماروي مفسرابين قبري ومنبري والثاني المرادبيت سكناه على ظاهره وروي مابين حجرتي ومنبري قال الطبري والقولان متفقان لان قبره في حجرته وهي بيته.(۲)**

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کے درمیانی حصہ کی فضیلت : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مابین بیتی ومنبری......الخ کے معنی میں دو قول ہیں۔

(1) یہی جگہ بعینہ جنت سے آئی ہے۔(2) اس میں عبادت کرنا جنت لے جائے گا۔امام طبری کہتے ہیں کہ یہاں ''بیت'' کے بارے میں دو قول ہیں۔(1) قبر اور زید بن اسلم نے کہا ہے'' اور جیسا کہ بین قبری ومنبری بھی واضح آیا ہے۔(2) رہائشی گھر مراد ہے اور حجرتی ومنبری کی روایت بھی آئی ہے۔طبری کہتے ہیں کہ دونوں قول اتفاقی ہیں۔کیونکہ آپ کی قبر آپ کے حجرے میں ہے اور وہی آپ ﷺ کا گھر ہے۔

(۱) (وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ ص798. خلاصه الوفاء ص10)

(۲) (شرح صحيح مسلم شريف ج1ص446 كتاب المناسك باب فضل مابين القبر والمنبر)

دوسرے مقام پر حضرت امام نوویؒ استدلالاً فرماتے ہیں۔

2) **اجمعوا علی ان موضع قبرہٖ ﷺ افضل بقاع الارض.(۱)**

ترجمہ: علماء کرام کا اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی جگہ روئے زمین کی سب جگہوں سے افضل ہے۔

3) محدث وقت، فقہ مالکی کا عظیم فقیہ حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی المتوفی 544ھ فرماتے ہیں

"ولاخلاف ان موضع قبرہٖ افضل بقاع الارض."(۲)

ترجمہ: اس بات میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کی جگہ روئے زمین کے سب مقامات سے افضل ہے۔

4) علمائے احناف کے سرتاج، محدث جلیل، امام وقت علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی (المتوفی 855ھ) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

المطابقہ بین الترجمة والحدیث غیرتامةٍ لانّ المذکورفی الترجمة القبروفی الحدیث البیت. واجیب بان القبرفی البیت لانّ المراد بیت سکناہ والنبی دفن فی بیت سکناہ وحمل کثیرمن العلماء الحدیث علی ظاھرہٖ.(۳)

ترجمہ: ترجمہ الباب اور حدیث پاک میں مطابقت نہیں ہے کیونکہ عنوان میں قبر اور حدیث پاک میں بیت (گھر) کا ذکر ہے (اس کا یہ) جواب دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک گھر میں ہے اور اس بیت سے مراد آپ کا رہائشی گھر ہے اور نبی کریم ﷺ کی وفات اپنے رہائشی گھر میں ہوئی۔ حضرات محدثین اس حدیث کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں (گویا کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کو حقیقتاً جنت مانتے ہیں)۔

5) **قال العینی وحمل کثیرمن العلماء الحدیث علی ظاھرہٖ فقالوا ینتقل ذالک الموضع بعینہٖ الی الجنة.(۴)**

ترجمہ: اکثر محدثین اس حدیث سے ظاہری مطلب مراد لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہی جگہ بعینہ

(۱) (شرح صحیح مسلم شریف ج1ص446 کتاب المناسک باب فضل الصلوة بمسجدی مکة والمدینہ)

(۲) (الشفاء ص 19ج2 طبع بیروت) (۳) عمدة القاری شرح بخاری ج7ص380 کتاب التھجد باب 5 فضل مابین القبروالمنبرحدیث نمبر1195طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

(۴) (حاشیہ بخاری شریف ج1 ص159 حاشیہ نمبر4 ج1طبع قدیمی کراچی)

جنت کی طرف منتقل کی جائے گی۔

6) وکذاوقع فی حدیث سعدبن ابی وقاص اخرجه البزاربسندصحیح‘علی ان المرادبقولهؐ: بیتی‘ احدبیوتهٖ لاکلها‘وهوبیت عائشةؓ الذی دفن ﷺ فیه فصارقبره‘ وقدوردفی حدیث:مابین المنبروبیت عائشةؓ روضة من ریاض الجنة‘ اخرجه الطبرانی فی الاوسط.(۱)

ترجمہ: اوراس طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے جس کو امام بزار نے صحیح سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے کہ **بیتی** کے لفظ سے مراد نبی کریم ﷺ کا ایک ہی گھر مراد ہے نہ کہ تمام گھر اور وہ گھر حضرت عائشہؓ کا حجرہ مبارکہ ہے جس کے اندر آپ ﷺ اپنی قبر میں آرام فرما ہیں اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ میرے منبر اور بیت عائشہؓ کا درمیانی مقام جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔امام طبرانیؒ نے اس کو اوسط میں روایت کیا ہے۔

فقہ شافعی کے عظیم مفسر‘محدث‘فقیہ‘مورخ‘ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی 911ھ) فرماتے ہیں

7) اماهوفافضل البقاع بالاجماع نبه علی ذالک القاضی عیاض وغیره بل ا فضل من الکعبة بل رائیت بخط القاضی تاج الدین السبکی عن ابن عقیل الحنبلی انه افضل من العرش. (۲)

ترجمہ: آپ ﷺ کی قبر اطہر سب روئے زمین سے افضل ہے اوراس بات پر امت کا اجماع ہے اس پر قاضی عیاضؒ وغیرہ نے تنبیہ فرمائی ہے بلکہ کعبہ سے بھی افضل ہے بلکہ میں نے قاضی تاج الدین سبکی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ امام ابن عقیل حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ قبر اطہر عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

عظیم مفسر قرآن‘ سرخیل احناف‘ حضرت علامہ السید محمود آلوسی البغدادی المتوفی 1270ھ

8) ان الامکنة والازمنة کلهامتساویة فی حدذاتهالایفضل بعضهابعضاالاّ بمایقع فیهامن الاعمال ونحوهاوزادبعضهم اویحل لتدخل البقعة التی ضمته ﷺ فانهاافضل البقاع الارضیة والسماویة حتی قیل وبهٖ اقول انهاافضل من العرش.(۳)

(۱) (عمدة القاری ج10 ص355 کتاب فضائل المدینه باب 13 مکتبه رشیدیه کوئٹه)

(۲) (رسائل اثناعشر ص62 طبع قدیم مطبع محمدی لاهور)

(۱) (روح المعانی ج25 ص112 سورة دخان سورة44 آیت نمبر3 مکتبه امدادیه ملتان)

ترجمہ: بے شک تمام زمانے اور مقامات برابر ہیں ایک دوسرے پر فضیلت نہیں رکھتے مگر وہ مقام الگ ہے جس میں اچھے اعمال وغیرہ کیے جائیں یا زمین کی وہ جگہ جو آپ ﷺ کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ یہ قبر اطہر زمین و آسمان کے سب خطوں سے افضل ہے یہاں تک بھی کہا گیا ہے اور میں (علامہ آلوسیؒ) بھی اسکا قائل ہوں کہ قبر اطہر عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ المتوفی ص 1014ھ فرماتے ہیں:

9) فیہ تصریح بان مکۃ افضل من المدینۃ کماعلیہ الجمھور الاالبقعۃ التی ضمت اعضائہ علیہ الصلوۃ والسلام فانھاافضل من مکۃ بل من الکعبۃ بل من العرش اجماعاً.(۱)

ترجمہ: اس حدیث شریف میں صراحت ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے یہی جمہور امت کا مسلک ہے مگر وہ حصہ زمین جو آپ ﷺ کے اعضاء مبارکہ سے ملا ہوا ہے وہ مکہ مکرمہ سے بلکہ کعبہ مشرفہ اور عرش معلیٰ سے باجماع افضل ہے۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

10) ولیس فیہ دلالۃعلی افضلیۃ المدینہ بل لافضلیۃ البقعۃ المکینۃ وقدقام الاجماع علیٰ انھاافضل من مکۃ بل من الکعبۃ بل من العرش العظیم.(۲)

ترجمہ: اس بات میں اس چیز کی کوئی دلالت نہیں کہ مدینہ طیبہ (مکہ مکرمہ سے افضل ہو) بلکہ فضیلت تو اس مبارک جگہ کی ہے جس جگہ آپ ﷺ آرام فرما ہیں (قبر مبارک) اور یقیناً امت کا اجماع قائم ہو چکا ہے کہ یہ جگہ (قبر اطہر) مکہ مکرمہ، کعبۃ اللہ بلکہ عرش عظیم سے بھی افضل و اشرف ہے۔

فقہ حنفی کے عظیم فقیہ النفس، محدث وقت، اصولی دوراں، علامہ محمد امین عمر بن عبدالعزیز الشہیر ابن عابدین الشامی الدمشقی المتوفی 1252ھ فرماتے ہیں:

11) والخلاف فیماعداموضع القبر المقدس، فماضم اعضاء ہ الشریفۃ فھوافضل بقاع الارض بالاجماع ......وقدنقل القاضی عیاضؒ وغیرہ الاجماع علی تفضیلہٖ حتی علی الکعبۃ، وان الخلاف فیماعداہ ونقل عن ابن عقیل الحنبلی ان تلک البقعۃ افضل من العرش وقدوافقہ السادۃ البکریون علی ذلک وقدصرح التاج الفاکھی بتفضیل الارض علی السموات لحلولہٖ ﷺ بھا وحکاہ بعضھم علی الاکثرین لخلق الانبیاء منھا ودفنھم فیھا.(۳)

(۱) (مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب المناسک الفصل الثانی باب حرم مکہ حرسھااللہ تعالیٰ حدیث 2725 ج5 ص612 طبع رشیدیہ کوئٹہ) (۲) (مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم المدینہ حرسھا اللہ تعالیٰ حدیث 2757 الفصل الثالث ج5 ص640 طبع رشیدیہ کوئٹہ) (۳) (ردالمحتار کتاب الحج مطلب فی تفضیل قبرہٖ المکرم ج4 ص62 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ قبر مقدس اور وہ جگہ جس سے آپ ﷺ کے اعضاء مبارکہ مس کیے ہوئے ہیں یہ روئے زمین کے سب مقامات سے افضل ہے اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ ......حضرت قاضی عیاضؒ نے قبر مبارک کے کعبۃ اللہ پر افضل ہونے میں امت کا اجماع نقل فرمایا ہے۔ امام ابن عقیل حنبلیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ جگہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے اور رؤسأ بکریون نے بھی اس بات پر امام ابن عقیلؒ کی موافقت کی ہے۔ امام تاج الفاکہیؒ نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ قبر مبارک کی جگہ آسمان زمین کے سب مقامات سے زیادہ مقدس و مطہر ہے کیونکہ یہ جگہ خود نبی کریم ﷺ کو مس کیے ہوئے ہے اس طرح علمائے کرام کی جماعت انبیاء کرامؑ کے خمیر کی جگہ اور مدفن کو اعلیٰ و اشرف بتاتی ہے۔

محدث وقت، شارح بخاری شریف، حضرت امام کرمانیؒ اور صاحب مجمع البحار، عظیم محدث علامہ محمد بن طاہر پٹنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

12) وقال (صاحب مجمع البحار) نقلاً عن الكرماني اى كروضة فى نزول الرحمت اوهى منقولة من الجنة كالحجر الاسود والبيت فسر بالقبر وقيل بيت سكناها ولا تنافى لانّ قبره فى حجرته .(۱)

ترجمہ: حضرت علامہ طاہر پٹنیؒ اپنی کتاب مجمع البحار میں حضرت امام کرمانیؒ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ باغ ہے رحمت الٰہی کے نزول کا یا یہ جگہ واقعی جنت سے منتقل ہو کر آتی ہے حجر اسود کی طرح اور حضرت کرمانیؒ نے بیت کی تفسیر قبر مبارک سے کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا رہائشی گھر مراد ہے اور دونوں معنوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کی قبر مبارک اپنے گھر میں ہی ہے۔

منبع العلوم والفیوض، محدث جلیل، سرخیل احناف حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ المتوفی 1642ء

13) وفى اللمعات قال اهل التحقيق ان الكلام محمول على الحقيقة بان ينقل هذاالمكان الى الجنة الفردوس الاعلىٰ لايستهلک مثل سائربقاع الارض .(۲)

ترجمہ: محققین فرماتے ہیں کہ یہاں کلام کا حقیقی معنی مراد ہے کہ یہی جگہ جنت الفردوس میں منتقل کی جائے گی اور یہ جگہ زمین کے باقی خطوں کی طرح ہلاک و برباد نہ ہوگی (کیونکہ جنت الفردوس کا ٹکڑا ہے اور جنت کو ہلاکت و بربادی لازم نہیں ہے)

(۱) (حاشیه بخاری شریف ج2حاشیه5، ص1090طبع قدیمی کراچی)
(۲) (حاشیه بخاری شریف کتاب التهجد ج1حاشیه 4ص159طبع قدیمی کراچی)

الشیخ، المحدث، محشی بخاری شریف، استاد حضرت نانوتویؒ حضرت مولانا احمد علی سہارن پوری المتوفی 1297ھ فرماتے ہیں۔

14) روضة من ریاض الجنة حقیقة بان یکون مقتطعاً منها کما ان الحجر الاسود والفرات والنیل منها.(۱)

ترجمہ: یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یہ حقیقتاً بھی ممکن ہے کہ یہ جنت سے کاٹ کر یہاں لایا گیا ہو جیسے حجر اسود یا دریا فرات و دریا نیل ہیں۔

فقیہ النفس، ابوحنیفہ وقت، محدث العصر، سرخیل علماء دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ المتوفی 1323ھ 1905ء فرماتے ہیں۔

15):ان تلک الارض اخرجت من الجنة ثم تنتقل الیها علم منه ان المختار عندالشیخ الجنجوهی ان الحدیث محمول علی ظاهره واختلف الشراح فی معناه علی اقوال ذکرت فی الشروح وقوله ﷺ منبری علی حوضی الی یکون یوم القیمة علی حوض.(۲)

ترجمہ: یہ زمین جنت سے نکالی گئی ہے پھر وہیں منتقل کی جائے گی۔اس سے پتہ چلا کہ حضرت گنگوہیؒ کے نزدیک حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے۔شراح حدیث کے ہاں اس کے معنی میں کئی اقوال ہیں جو شروح میں مذکور ہیں۔اور منبری علی حوضی کا ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن حوض پر ہوگا۔

خاتم المحدثین، امام العصر، نمونہ اسلاف، علمائے دیوبند کے عظیم مفسر، محدث، اصولی، علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، شیخ الحدیث دارالعلوم ڈابھیل فرماتے ہیں:

16):قیل انه ترجم بالقبر مع انه اخرج فی الحدیث لفظ البیت............قلت واخرج الحافظ رحمه الله تعالیٰ فیه لفظ القبر ایضاً علی انّ بیته کان هو قبره عالم التقدیر فصح کونه بیتاً وقبراً وحینئذٍ فیه اخبار بالغیب واصح الشروح عندی ان تلک القطعة من الجنة ثم ترفع الیٰ الجنة کذلک فهی روضة من ریاض الجنة حقیقة بلاتاویل لاعلی نحو قوله ﷺ اذامررتم بریاض الجنة فارتعوا............(۳)

(۱) (حاشیه بخاری شریف ج1 کتاب فضائل المدینه حاشیه 10ص253طبع قدیمی کتب کراچی)
(۲) (الحل المفهم شرح صحیح مسلم ج2ص81طبع مکتبة الشیخ کراچی)
(۳) (فیض الباری شرح بخاری ج2ص434طبع مکتبه اشرفیه کوئٹه)

ترجمہ: عام طور پر کہا جاتا ہے کہ امام بخاریؒ نے عنوان میں لفظ قبر اور حدیث میں بیت کا لفظ ذکر فرمایا ہے میں (انور شاہ) کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجرؒ عسقلانی نے لفظ قبر کے ساتھ حدیث بھی ذکر کی ہے۔ نیز عالم تقدیر میں انکی قبر اپنے گھر میں بننے والی تھی تو انکا گھر اور لفظ قبر دونوں صحیح اور اس وقت اس میں عالم غیب کی خبریں ہیں (یعنی نبی علیہ السلام یہ پیشن گوئی فرما رہے ہیں کہ میرا گھر میری قبر بنے گا......از ناقل) اور میرے نزدیک سب سے زیادہ صحیح تشریح یہی ہے کہ یہ ٹکڑا جنت میں سے ہے اور پھر جنت کی طرف اٹھالیا جائے گا بس یہ حقیقت میں بغیر تاویل کے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اذا امر رتم......الخ کی طرح نہیں ہے۔

الشیخ، المحدث، شارح ابی داؤد، مناظر علمائے دیوبند، حضرت مولانا علامہ خلیل احمدؒ سہارن پوری، صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارن پور المتوفی 1346ھ

علمائے دیوبند کی پہلی اجماعی دستاویز التصدیقات لدفع التلبیسات المعروف بہ المہند علی المفند میں ہے جس پر اس وقت کے جید علمائے دیوبند حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، مولانا محمد احمدؒ ابن مولانا قاسم نانوتویؒ، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کے تصدیقی دستخط ثبت ہیں میں فرماتے ہیں۔

17): اوالبقاع هو فضلها المختص بها وهو مع الذيادة موجود فى البقعة الشريفه و الرحبة المنيفة التى ضم اعضائه صلى الله عليه وسلم افضل مطلقاً حتى من الكعبة ومن العرش والكرسى كما صرح به فقهائنا رضى الله عنهم...... (۱)

ترجمہ اور قبر مبارک کی یہ جگہ زیادہ فضیلت و بزرگی رکھتی ہے اس لیے کہ یہ جناب نبی کریم ﷺ کے اعضاء مبارکہ کو مس کیے ہوئے ہے یہ مقام علی الاطلاق سب مقامات سے افضل ہے یہاں تک کہ کعبۃ اللہ اور عرش و کرسی پر بھی اسکو فضیلت و درجات حاصل ہیں چنانچہ ہمارے فقہاء کرام رحمھم اللہ نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔

دنیائے اسلام میں سب سے پہلے شیخ الحدیث کا لقب پانے والے پڑوسیٔ رسول ﷺ، مکین جنت البقیع، مصنف کتب فضائل و اوجز المسالک، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی

(۱) (المهند شريف تحت توضيح الجواب الثانى ص28 طبع الميزان لاهور)

شیخ الحدیث جامعہ مظاہر العلوم سہارن پوری فرماتے ہیں:

18): ایک چیز یہ بھی قابل غور ہے کہ باجماع امت قبر اطہر کا وہ حصہ جو جسد اطہر سے متصل ہے۔ کعبہ شریف بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے (کیونکہ یہ جنت کا وہ حصہ ہے جس میں نبی کریم ﷺ خود تشریف فرما ہیں۔ بخلاف غیرھا۔ از ناقل)

تو کیا یہ فضیلت صرف اس جسد اطہر کی ہے جس کیساتھ کبھی روح مبارک تھی۔ اب نہیں ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو موئے مبارک جو بدن اطہر سے جدا ہو چکے ہیں ان کا بھی یہی حال (حکم) ہوتا بلکہ لباس مبارک جو کبھی جسد اطہر پر پڑ چکا ہے اسکا بھی یہی حکم ہوتا وغیرہ وغیرہ (تو یعنی دوسری اشیاء کے ساتھ روح مبارک کا تعلق نہ تھا تو ان کا حکم بھی یہ نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ جسم اطہر کے ساتھ روح مبارک کا تعلق ہے (اسی تعلق کی وجہ سے نبی علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اسی تعلق ہی کی بنیاد پر روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ سلام خود سنتے ہیں) اسی لیے اسکا حکم یہ ہے کہ سب مقامات سے افضل ہے۔ ......از ناقل)

شیخ الاسلام، محدثِ علمائے دیوبند، تحریک پاکستان کے عظیم سپوت، صاحبِ تفسیر عثمانی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ المتوفی 1949ء

19): **قوله مابين بيتى الخ ووقع فى حديث سعدبن ابى وقاص عندالبزار بسندرجاله ثقات وعندالطبرانى من حديث ابن عمربلفظ القبر، قال القرطبى وكانه بالمعنىٰ لانهٗ دفن فى بيت سكناهٗ فعلى هذاالمرادبالبيت فى قوله بيتى احدبيوته لاكلهاوهوبيت عائشةؓ الذى صارفيه قبره...... وان المرادانه روضة حقيقة بان ينتقل ذلك الموضع بعينه فى الاخرة الى الجنة هذامحصل مااوله العلماء فى هذاالحديث وقال فى المواهب ويحتمل الحقيقة بان يكون مااخبرعنه ﷺ بانه من الجنة مقتطعاًمنهاكماجاء فى الحجرالاسود............قلت والحق ان كونه روضه حقيقة بحيث ينتقل ذلك الموضع بعينه فى الاخرة الىٰ الجنة لايستلزم ترتب احكام الجنة وآثارهاعليه فى الحالة الراهنه.(۱)**

(۱) (فتح الملهم شرح صحيح مسلم ج3 كتاب الحج باب فضل مابين قبره ﷺ ص416-415 طبع (قديم) مكتبه رشيديه كراچى)

ترجمہ: امام بزارؒ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک روایت جو قابل اعتماد راویوں سے مروی ہے نقل کی ہے جس میں لفظ بیت کی جگہ لفظ قبر موجود ہے اور اس طرح امام طبرانیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کی روایت ذکر کی ہے۔امام قرطبیؒ فرماتے ہیں لفظ بیت سے مراد نبی کریم ﷺ کی وہ گھر ہے جس میں آپ ﷺ دفن ہوتے ہیں نہ کہ ہر گھر مراد ہے اور وہ بیت عائشہؓ ہے جس میں آپ ﷺ کی قبر مبارک بنی ہے۔ ....پس یہی مراد ہے کہ یہ جگہ مبارک جنت ہی کا ٹکڑا ہے اور آخرت میں جنت ہی کی طرف دوبارہ منتقل کیا جائے گا اور یہی بات حضرات محدثین کرام رحمھم اللہ کے اقوال کا خلاصہ ہے اور مواہب میں ہے کہ یہ حدیث مبارک اس کا احتمال رکھتی ہے کہ یہ جنت کا ٹکڑا ہوا جنت سے کٹا ہوا جس طرح حجر اسود کے بارے میں آیا ہے۔......میں (شبیر احمد عثمانیؒ) کہتا ہوں کہ یہی بات حق ہے کہ یہ ٹکڑا جنت کا ہی ٹکڑا ہے اور حقیقتاً قیامت میں جنت ہی کو جائے گا اور فی الحال اس پر جنت کے احکام لاگو نہیں ہو سکتے (کہ دخول کفار ممکن نہ ہو...... یہ اور بات ہے کہ وہاں کفار کا داخلہ ممنوع ہے اور یہی حق ہے......از ناقل)

محقق دوراں، المحدث، الشیخ، العالم، حضرت مولانا حافظ احمد مکیؒ بن ضیاء الدینؒ فرماتے ہیں۔

20: عرش معلیٰ، مکہ مکرمہ سمیت روئے زمین کا کوئی حصہ آپ ﷺ کی تربت (روضہ مبارکہ) سے افضل نہیں ہے۔(۱)

یہ وہ چند حوالاجات ہیں جو میں نے جھلکیوں کے طور پر پیش کر دیے ہیں ورنہ مجھ جیسا کم فہم و کم علم آدمی کہاں تک آقا نامدار ﷺ کی عظمت بیان کر سکتا ہے۔ بہرحال اس بنیاد پر امت مسلمہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کو کائنات میں زمین آسمان کی تمام اشیاء سے افضل مانتی ہے۔

اعتراض کا جواب:

اگر اس عقیدہ پر کوئی کج فہم آدمی یہ اعتراض کرے کہ اس بات میں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی تنقیص لازم آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب اشیاء مثلاً کعبۃ اللہ، عرش معلیٰ، کرسی الٰہی پر فوقیت لازم آتی ہے۔تو اس کا بھی جواب عرض خدمت ہے۔

1: اس عقیدے میں ہرگز ہرگز اللہ تعالیٰ کی شان میں توہین و تنقیص لازم نہیں آتی۔ کیونکہ اس عقیدے میں

(۱) (تحفۃ الکرام فی فضائل بلداللہ الحرام ص49مطبع محمدی لاہور1301ھ)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کا کوئی تقابل نہیں کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ سے افضل کہا گیا ہو یہ تو سب اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کہ اللہ تعالیٰ کے بعد مخلوقات میں سے کوئی افضل ہے تو ایک ہی ہستی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے بعد بزرگ و برتر مانا گیا ہے تو وہ ہستی جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ آپ ﷺ کی بزرگی و برتری اللہ تعالیٰ کے بعد دوسرے نمبر پر ہے نہ کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برابر میں نہ ہی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ہے۔

جناب من......اس عقیدے میں تو عرش، کعبہ و کرسی اور روضہ مبارکہ کے اندرونی حصہ کا تقابل ہے جو کہ مخلوق ہیں۔ کیونکہ عرش کعبہ و کرسی اللہ تعالیٰ تو نہیں اور نہ ہی روضہ نبی، نبی ہے یہ اور بات ہے کہ مکان کو مکین کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو جایا کرتی ہے۔ تو اس لیے اس عقیدے میں کوئی اللہ تعالیٰ کی توہین وتنقیص لازم نہیں آتی۔

2: اور رہی یہ بات کے اللہ تعالیٰ سے منسوب اشیاء پر فوقیت لازم آتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لازم آ جاتی ہے کیا ہوتا ہے یہاں فوقیت لازم ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں اور آپ ﷺ ساری مخلوقات سے افضل و اشرف ہیں کعبہ عرش و کرسی بھی مخلوق ہیں جن سے آپ ﷺ افضل و اشرف ہیں اور افضل جس جگہ مکین (رہائش پذیر) ہو جائے تو وہ جگہ بھی افضل کے آ جانے سے تمام جگہوں سے افضل ہو جایا کرتی ہے جو فضیلت کعبہ، عرش و کرسی کو حاصل ہے تو آپ ﷺ تو اس سے بڑھ کر شرافت و بزرگی و فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ ایمان و اخلاق، اعمال کی حد کمال پر عبور رکھتے ہیں

i) اگر کعبہ، عرش و کرسی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں تو آپ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہیں؟؟؟

ii) اگر کعبہ، عرش، کرسی بابرکت میں تو کیا آپ ﷺ نعوذ باللہ بابرکت نہیں ہیں؟

iii) کعبہ، عرش، کرسی اگر عزت والے ہیں تو کیا العیاذ باللہ آپ ﷺ عزت والے نہیں۔ **ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لايعلمون** ۔(۱)

iv) اگر کعبہ ھدی العلمین ہے تو کیا آپ ﷺ ھدی العلمین نہیں؟ تو کیا اس طرح آپ ﷺ رحمۃ العلمین نہیں؟ کیا آپ ﷺ رؤف رحیم نہیں؟

v) اگر عرش عظیم ہے تو کیا آپ ﷺ عظیم نہیں ہیں؟

vi) اگر کعبۃ، عرش وکرسی پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی میں تو کیا آپ ﷺ پر اللہ کی رحمتیں نہیں برستی؟ کیا کعبۃ، عرش، کرسی نے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو نبی علیہ السلام سے زیادہ جذب کرلیا ہے؟

نہیں نہیں بلکہ آپ ﷺ کعبہ، عرش وکرسی سے کروڑھا گنا زیادہ بابرکت، باعزت، باھدایت وبارحمت وباعظمت ہیں۔ اگر اب بھی کوئی یہ ہے کہ عرش وکرسی وہ جگہیں ہیں جہاں پر نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ خود تشریف فرما ہیں تو وہ بھی سن لے کہ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش وکرسی پر بیٹھے ہیں کیونکہ کسی چیز پر بیٹھنا وغیرہ تو جسم کی صفات ہیں اللہ تعالیٰ تو جسم سے پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی جگہ پر رہائش اختیار کرنے یا ٹھہرنے سے پاک ہیں۔ بیٹھا وہ ہے جو بیٹھے جانی والی جگہ سے چھوٹا ہو کیونکہ بیٹھے جانے والی جگہ بڑی ہوگی تبھی تو بیٹھنے والا اس میں بیٹھ سکے گا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کیلئے اہل اسلام ہر اذان واقامت ونماز ومیدان جہاد میں یہ نعرہ بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ **اللہ اکبر** کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔ وہ ایسا بڑا ہے کہ جس کی بڑائی عقل سے وراء الوراء ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات عالی **لا یحد و لا یتصور** کہ درجہ میں سے ہے۔

اور ذہن میں جو آ گیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا

عرش پر استواء اور تمکن کا معنی ومطلب یہ ہے کہ عرش وکرسی جیسے بڑی مخلوق اور ساری کائنات پر اللہ تعالیٰ کا قبضہ اور اللہ تعالیٰ کی حکومت وسلطنت ہے ان میں سے کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکومت سے باہر نہیں ہے۔

اللہ لامکان ہے اور لامکان کیلئے کوئی مکان (چاہے عرش وکرسی ہی کیوں نہ ہو) تجویز کرنا لغو ہے استوی علی العرش سے مراد **علو ربوبیت** ہے نہ کہ **علو جھتہ** ہے۔ اس سے زیادہ تحقیق کی اجازت نہیں ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔

تو جب عرش اللہ تعالیٰ کے ٹھہرنے کی جگہ نہیں اور روضۂ مبارکہ نبی اکرم ﷺ کی رہائش گاہ ہے تو عرش وکرسی روضۂ مبارکہ اور نبی کریم ﷺ سے کس چیز میں بڑھ کر ہے؟ وہ بھی انوارات الٰہیہ کی جگہ ہے اور یہ بھی۔ لیکن عرش وکرسی انوارات الٰہیہ کو تو جذب نہ کرسکے اور سینہ نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام نے جذب کرلیا اور اللہ رب العزت کا فرمان عالیشان ہے **ورفعنا لک ذکرک**۔

ترجمہ: ہم نے آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کا ذکر اونچا کردیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر ایسا

بلند کیا کہ کعبہ عرش و کرسی کے ذکر سے بھی آپ ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا کلمہ، اذان، اقامت، نماز، خطبہ جمعہ وعیدین وغیرھا جیسی عبادات میں حتی کہ قبر میں فرشتوں کے سوالات وقت بھی آپ ﷺ کا ذکر فرما کے بلندی عطا فرمائی۔

جبکہ ان میں کعبہ کا ذکر صرف نیت نماز میں کیا جاتا ہے جبکہ عرش و کرسی کا ذکر تو اتنا نہیں کہ اس کے مقابلے میں قابل ذکر ہو جبکہ آپ علیہ السلام کا ذکر ان سب چیزوں سے بلند ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی بھی ان سب چیزوں سے بلند ہوئی بلکہ میں ایک قدم آگے بڑھ کے کہوں کے بلندی ذکر بلندی ذات کی طرف اشارہ کرتی ہے پھر ان مذکورہ اشیاء کا جہاں کہیں بھی ذکر ہوا ہے تو ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے اس کا ذریعہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو قرآن مجید نہ ہوتا نہ ہی ان چیزوں کا ذکر ہوتا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش نہ ہوتی تو نماز میں منہ بیت المقدس کی طرف ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر ہی بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آیا تو کعبہ کو عزت اور شرف بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت حاصل ہوا۔

کتاب فطرت کے سرورق پہ جو نام احمد رقم نہ ہوتا
یہ نقش ہستی اُبھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا
تیرے غلاموں میں بھی نمایاں جو تیرا عکس کرم نہ ہوتا
تو بارگاہ ازل سے تیرا خطاب خیر الامم نہ ہوتا
نہ روئے حق سے نقاب اٹھتا نہ ظلمتوں سے حجاب اٹھتا
فروغ بخش نگاہ عرفاں اگر چراغ حرم نہ ہوتا

اہلیان لاہور کے لیے خوشخبری

اصلاح عقائد، اصلاح اعمال، اصلاح افراد، اصلاح معاشرہ

بمقام

جامعہ حقانیہ، مدینہ مسجد نزد پیکجز فیکٹری قینچی امرسدھو لاہور

متکلم اسلام

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

ناظم اعلیٰ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

چیف ایگزیکٹو احناف میڈیا سروس

❁ خود بھی اس بابرکت محفل میں شریک ہوں اور احباب کو بھی ساتھ لائیں ❁ خواتین کے لیے باپردہ انتظام

الداعی

مولانا عبد الشکور حقانی

امیر اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ لاہور ڈویژن

0322-4410730

0300-4207003

قربانی کے ایام؟؟

مولانا محمد عاطف معاویہ

اللہ تعالی نے انسان کو روح اور جسم کا مجموعہ بنایا ہے اور ان دونوں کی خوراک کا بھی انتظام فرمایا ہے، جسم کی خوراک غذا وغیرہ ہوتی ہے اور روح کی خوراک عبادت۔

انسان کو چاہیے کہ جسم اور روح دونوں کو مکمل اور خالص خوراک دے تاکہ صحت اور ایمان دونوں محفوظ وتندرست رہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو روح کی خوراک یعنی عبادت میں کمی کو پسند کرتے ہیں اور جسم کی خوراک کھانے میں زیادتی کو۔ ایسا ہی کچھ حال اس زمانہ کے نام نہاد اہل حدیث حقیقتاً غیر مقلدین کا ہے جب عبادت کی باری آتی ہے

تو تہجد اور تراویح کو ایک نماز کہہ کر آٹھ رکعتیں پڑھتے ہیں۔(۱)

وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں اور اس کو حضور ﷺ کا اکثریت والا عمل کہتے ہیں۔(۲)

اگر کوئی جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے تو کہتے ہیں اس کی قضاء کی ضرورت نہیں صرف توبہ استغفار کافی ہے۔(۳)

فٹبال کھیلنے کے لئے ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔(۴)

اور جب کھانے کی بات آتی ہے تو اس میں اضافہ اور زیادتی کو پسند کرتے ہیں اس کی ایک مثال ''قربانی کے ایام'' ہیں۔ کہ یہ لوگ تین دن کی بجائے چار دن قربانی کرنے کے قائل ہیں۔(۵)

بہت سارے غیر مقلدین چوتھے دن بڑے فخر سے قربانی کرتے ہیں تاکہ ایک دن مزید گوشت مل جائے۔

تین دن قربانی کے دلائل:

1: **عن سلمة بن الاكوع رضى الله عنه قال قال النبى ﷺ من ضحى منكم فلايصبحن بعد ثالثة وبقى فى بيته منه شيئى.(٦)**

(۱) (صلوۃ الرسول سیالکوٹی ص 323) (۲) (دستور المتقی ص 116) (۳) (دستور المتقی ص 122)
(۴) (فتاویٰ ثنائیہ ج1 ص 630,629) (۵) (آپ کے مسائل اور ان کا حل از مبشر ربانی ج 2 ص 316، فقہ الحدیث ترتیب عمران ایوب لاھوری ج2 ص 469، فتاویٰ محمدیہ ترتیب مبشر ربانی ج1 ص 617)
(٦) (صحیح بخاری ج2 ص 835)

یعنی جو شخص قربانی کرے تو تین دن کے بعد گھر میں گوشت نہ رکھے۔
اور آپ ﷺ نے یہ حکم 10 ذی الحجہ کو فرمایا تھا۔(۱)
ملاحظہ ہو کہ اگر قربانی کے چار دن ہوتے تو آپ ﷺ چوتھے دن کے بعد گوشت رکھنے سے منع فرماتے۔
نوٹ: تین دن کے بعد گھر میں گوشت رکھنے سے منع والا حکم بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔

2: **عن نافع ان عبدالله بن عمر قال الاضحى يومان بعد يوم الاضحى . (۲)**
یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید والے دن کے دو دن بعد تک قربانی ہے۔

3: حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی فرمان ہے۔(۳)

4: **عن انس رضى الله عنه قال الاضحى يوم النحر ويومان بعده .(۴)**
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی ۱۰ ذوالحجہ اور دو دن اس کے بعد ہے۔

5: **قال ابوهريرة رضى الله عنه الاضحى ثلاثة ايام.(۵)**
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی کے ایام تین دن ہیں۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ قربانی کے ایام تین ہی ہیں۔

غیر مقلدین حضرت جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں کہ تمام ایام تشریق ذبح کے ہیں۔

جواب 1: اس روایت کا جواب مشہور غیر مقلد احادیث کی توڑ پھوڑ یعنی صحیح کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح بنانے کے ماہر زبیر علی زئی نے یوں دیا ہے کہ ''یہ حدیث مرسل یعنی منقطع ہے اس کے راوی سلیمان بن موسیٰ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔''(۶)

دوسری جگہ زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ ''ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے لہذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔''(۷)

(2) اگر اس روایت سے تیرہ ذوالحجہ قربانی کا دن ثابت ہوتا ہے تو نو (9) ذوالحجہ کیوں ثابت نہیں ہوتا؟ کیونکہ نویں کا دن بھی ایام تشریق میں داخل ہے۔ لہذا قربانی کے ایام پانچ ہونے چاہئیں؟ آپ نو کو ایام قربانی میں داخل کیوں نہیں کرتے؟

اہل السنۃ والجماعۃ احناف کے دلائل کو مضبوط دیکھتے ہوئے زبیر علی زئی بھی احناف کے

(۱) (سنن الکبریٰ بیہقی ج 9 ص 292)(۲) (مؤطا امام مالک ص 497) (۳) (مؤطا امام مالک ص 497) (۴) (المحلی بالآثار ج 6 ص 40) (۵) (المحلی بالآثار ج 6 ص 40) (۶) (فتاویٰ علمیہ ج 2 ص 177) (۷) (فتاویٰ علمیہ ج 2 ص 179)

مسلک کی تائید پر مجبور ہو گیا اور لکھا کہ ”سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے۔“(۱)

لہذا غیر مقلدین کو چاہیے کہ 13 ذوالحجہ کو ایام قربانی میں شامل نہ کریں اور جو آدمی 13 کو قربانی کرے اس کے متعلق مولوی ابوالبرکات غیر مقلد لکھتا ہے، ”جو آدمی جان بوجھ کر چوتھے دن قربانی کرتا ہے اس آدمی کا عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف ہے۔“(۲)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ائمہ کرام اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے طریقے کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین بجاہ النبی الکریم)

(۱) (فتاویٰ علمیہ ج2 ص181) (۲) (فتاویٰ برکاتیہ ص279)

مولوی سیف اللہ خالد ملتانی بھاگ نکلا

مولانا محمد عمر فاروق

رمضان المبارک کی 28 ویں شب اگست کی 28 تاریخ کو چک نمبر 30 شمالی کی جامعہ مسجد اہل حدیث میں مولوی ظفر اقبال اور انتظامیہ کی طرف سے دعوت افطاری اور درس قرآن کے سلسلے میں احمد سعید ملتانی کے بیٹے مولوی سیف اللہ خالد کو دعوت دی گئی۔ آنجناب نے قرآن وحدیث کے موضوع پر بیان فرمایا اور دوران بیان کچھ باتیں ایسی کہہ دیں جو محل اعتراض تھیں اور ان باتوں سے علماء حقہ اور ائمہ مجتہدین کا وجود بالکل ختم ہو جاتا ہے، بیان کے بعد امام مسجد مولوی ظفر اقبال نے مائیک پر اعلان کیا کہ مولانا موجود ہیں اگر سامعین میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہے تو ابھی پوچھ کر معاملہ رفع دفع کر لے، بعد میں اگر انتشار پھیلایا گیا تو انتظامیہ ذمہ دار نہ ہوگی۔ ان کے اس برجستہ اعلان کے بعد ایک شخص عبدالرحمان نامی نے سوال پوچھا کہ متعہ کا ثبوت قرآن سے پیش کریں کیونکہ اہل حدیث کے بہت بڑے سکالر اور جماعت کے بانی وحید الزمان نے لکھا ہے کہ متعہ کا ثبوت قرآن کی قطعی آیت سے ثابت ہے۔(۱)

مولوی سیف اللہ خالد نے جواباً یہ کہا کہ یہ بات قرآن کے خلاف ہے، میں نہیں مانتا۔ وحید الزمان سے غلطی ہوسکتی ہے اور ہم اس سے برأت کا اعلان کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک عالم دین جن کا نام محمد عمر فاروق صاحب ہے انہوں نے سوال پوچھنا چاہا کہ آپ کے بیان میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن سے عوام کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے یعنی آپ نے غلطیاں کی ہیں۔ کہ قرآن وحدیث کا ایک پہلو واضح کیا ہے جبکہ دوسرا پہلو چھپایا ہے جس کی بنا پر آیات واحادیث کا معنی ومفہوم غلط ہو گیا ہے یعنی مفہوم تفسیر کے حوالے سے بالکل بدل گیا ہے لہٰذا مہربانی فرما کر عوام کے حال پر رحم کریں اور صحیح رہنمائی فرمائیں۔ بس یہ سوال کرنا ہی تھا کہ مولوی صاحب نے دعا کے لئے صرف ہاتھ اٹھائے اور ختم کر کے انتظامیہ اور سامعین کے اندر سے ایسے بھاگے کہ پتہ ہی نہ چلا کہ مولوی صاحب کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ انتظامیہ خود پریشان کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ پھر انتظامیہ کو اور کوئی بات نہ سوجھی سوائے اس کے کہ مولوی صاحب نے آگے تقریر کرنی تھی اس لئے ان کے پاس وقت کم تھا اور جان چھڑا لی۔ لیکن عوام میں افراتفری کا بازار گرم ہو گیا کہ مولوی صاحب نے سوالات کے جوابات نہیں دیئے اگر وقت نہیں تھا تو پھر اعلان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ اگر کسی کو اعتراض ہے تو سرعام سوال پوچھ سکتا ہے لہٰذا عوام نے یہ نتیجہ نکالا کہ مولوی بھاگ نکلا۔ ہر چھوٹا بڑا یہی کہہ رہا ہے کہ مولوی بھاگ گیا، مولوی بھاگ گیا انصاف کیجئے اپنے اسٹیج سے مولوی کا بھاگنا کیا ثابت کرتا ہے، وہ قرآن وحدیث پیش کرنے نہیں آیا تھا بالکل بھولی بھالی اور سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کے لئے آیا تھا اور افسوس ہے انتظامیہ پر جنہوں نے ایسی جسارت کی اور مولوی کو دعوت دی۔

(۱) نزل الابرار، ج:2،ص:33،34

منکر حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

اس منکر حیات النبی ﷺ سے خطاب ہے
جس کا دماغ فتنہ کے باعث خراب ہے
شاھد حیات پاک پہ حق کی کتاب ہے
لا تشعرون تیرے حسد کا جواب ہے

خوف خدا ہے تجھ کو نہ شرم رسول ہے
امت تمام فتنے سے تیرے ملول ہے

ممکن نہیں حیات کا آئے تجھے شعور
یہ حق کا فیصلہ ہے نہ ہو حق سے اتنا دور
اس پر بھی نہ تو سمجھے کس کا ہے پھر قصور
ارشاد حق کے سامنے باطل تیرا غرور

موضوع بحث تیرا حیات النبی ﷺ ہے آج
ظالم تیرے فساد سے ہر دل دکھی ہے آج

انکار اس سے ہوتا ہے قرآن سے تیرا
انکار ہے نبی ﷺ کے فرمان سے تیرا
یہ کیسا رابطہ ہوا شیطان سے تیرا
ٹکرا رہا دماغ ہے ایمان سے تیرا

فتنے سے تیرے کون ہے دنیا میں بچ گیا
فتنے سے تیرے دنیا میں کہرام مچ گیا

کیوں فتنہ عظیم اٹھا یا ہے بے سبب
ہے مسئلہ حیات النبی ﷺ لب پہ روز وشب
گھیرے ہوئے ہے کیوں تجھے اللہ کا غضب
اپنی زباں کو تھام نہ ہو اتنا بے ادب

بغض نبی ﷺ کو قلب سیہ سے نکال تو
اس بات کو حد سے زیادہ نہ اچھال تو

ہے بارگاہ ختم رسل سید الانام ﷺ
کرتے ہیں جس کا جھک جھک کے ملائک بھی احترام
واللہ وہ حیات ہیں سنتے ہیں وہ سلام
کٹ جائے یہ زباں تیری اپنی زباں کو تھام

شرمندہ دو جہاں میں تو روسیاہ ہو
تو بھی تباہ فتنہ بھی تیرا تباہ ہو

ہرگز خزاں نہ آئے گی رحمت کے باغ میں
ہرگز کمی نہ آئے گی روشن چراغ میں
ہرگز نہیں تمیز تجھے ہنس و زاغ میں
گوبر بھرا ہوا ہے تیرے دماغ میں

موضوع بحث ذات گرامی ہی رہ گیا
ایمان تیرا کون سی ندی میں بہہ گیا

از: الحاج عبدالکریم صابر صاحب۔ڈیرہ اسماعیل خان

بحوالہ: قہر حق بر صاحب ندائے حق، ص:3,4

از مولف مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی علیہ الرحمہ

از مرسلہ: محمد انور سرفرازی عفی عنہ، کھاریاں

مناظرہ سری نگر

گرامی قدر استاذ محترم متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ذات واجب الوجود سے آپکی سلامتی وعافیت کی امیدیں وابستہ ہے اور ہم آپ کے حق میں دست بدعاء ہیں کہ اللہ آپ کو بہترین نعم البدل عطاء فرمائے اس عمل کے بدلے جس کو آپنے ہمارے لئے آسان اور منکشف فرمایا جس کے سہارے سے ہم بھی فرقہ ضالہ کو اب للکارنے کی استطاعت رکھتے ہیں جزاک اللہ خیرا فی الدارین احسن الجزاء بعدہ حضرت والا کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ ہماری گلبہار وادی کشمیر مقبوضہ ہند میں دو دن قبل ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ ہجری بروز پیر بمطابق ۱۰۔ اکتوبر 2011ء کو علماء صدائے حق علماء دیوبند اور غیر مقلدین کے مابین مناظرہ طے پایا تھا جس کیلئے قریب ۲۵ روز قبل فریقین کے مابین بالمشافہ مقام واحد میں موضوعات وشروط کی تعین وتوضیح ہوئی تھی موضوعات میں سرفہرست چند روزمرہ کے چند عام مسائل کا تعین کیا گیا متعلقات نماز وتقلید وغیرہ نیز علماء صدائے حق علمائے دیوبند کی جانب سے شروط مناظرہ پیش کرتے وقت اس چیز کا بخوبی احساس ہوا کہ غیر مقلدین ان کی اصطلاحات کا ادراک نہیں کر پاتے تھے اس پروگرام کو کامل طریقہ سے CD سی ڈی میں ضبط کرلیا گیا جانبین سے اور اسی مجلس میں مناظرہ کے وقت ومقام کی بھی تعین ہوئی لیکن ان کی خوش قسمتی اور ہماری بدقسمتی کی وجہ سے غیر مقلدین مناظرہ میں نہ آئے جب کے اس سے پہلے کوئی اطلاع بھی نہ دی بلکہ کچھ سیاسی لوگوں کو استعمال کر کے ان سے یہ بیان جاری کروائے کہ یہ بکے ہوئے مولیوں نے مناظرہ کے میدان گرم کروائے اور خود بھی اسی طرح بہانہ بازی کی لیکن بفضل اللہ علماء صدائے حق علماء دیوبند مقام مناظرہ پر پوری تیاری کے ساتھ حاضر ہوئے جن میں بعض مقتدر علماء رات شب سے ہی وہاں پر پڑاوڈالے تھے بالآخر چند گھنٹے کے انتظار کے بعد حضرات علماء کرام نے بستی والوں کے اصرار پر ایک پروگرام بعنوان سیرت کانفرنس کے منعقد کیا جس میں حضرت مفتی مظفر حسین صاحب قاسمی شیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم سوپور اور ان کے بعد حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب ناظم دارالعلوم المصطفی ضلع بارہ مولہ نے مثبت انداز میں عمدہ کلمات پر مشتمل بیان فرمائے بعدہ ترجمان احناف جو کہ بستی کا ایک عام شخص تھا جسکی دعوت پر علماء صدائے حق علماء دیوبند وہاں تشریف لائے اس پورے واقعہ کا خلاصہ عوام کے سامنے پیش کیا جس سے علاقہ والوں کے طرف سے علماء حق علماء دیوبند کے حق اور مسلک احناف کو اقرب الی القرآن والسنہ ہونا ظاہر ہوا۔ احقر نے اس پورے واقعہ کی اطلاع حضرت الاستاذ کی خدمت میں پیش کرنے کو محسوس کیا تاکہ حضرت الاستاذ کچھ مزید کارآمد ہدایات مرحمت فرمائیں آپ کی نوازش ہوگی مناظرہ کے سلسلے میں ۱۱۔ اکتوبر 2011 کو صوبہ جموں سے شائع ہونے والا روزنامہ اڑان اردو اخبار نے اپنے دوسرے صفحہ پر واضح کیا ہے جس کی ویب سائٹ dailyudaan.com

طالب دعا: حبیب الرحمٰن صدیقی، حبیبیہ صوت الاسلام کیسٹ سنٹر سری نگر کشمیر ۱۳ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ بروز بدھ

انا للہ و انا الیہ راجعون

☆............حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی حفظہ اللہ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں۔

☆............مولانا منظور احمد نعمانی کے بیٹے مولانا خلیل الرحمٰن نعمانی انتقال فرما گئے۔

☆............مولانا سید عبدالمالک شاہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ انتقال فرما گئے۔

☆............مولانا اسماعیل فیض جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور انتقال فرما گئے۔

☆............حافظ سراج الدین آف لیہ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئی۔

☆............قاضی شفیق الرحمٰن کی اہلیہ انتقال فرما گئیں۔

☆............مولانا عبدالرحمٰن عثمانی تلہ گنگ انتقال فرما گئے۔

☆............احناف میڈیا سروس کے اسسٹنٹ پروجیکشن منیجر مولانا محمد بلال جھنگوی کے سسر خلیل احمد صابر انتقال فرما گئے۔

☆............مولانا محمد اسحاق متخصص مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا سکنہ چوک اعظم ضلع لیہ کی بیٹی انتقال فرما گئی۔

☆............احناف میڈیا سروس کے گرافکس ڈیزائنر رانا رضوان کے داد جان رانا ظہور احمد انتقال فرما گئے۔

☆............ڈاکٹر محمد آصف پینسرہ ضلع فیصل آباد کی والدہ وفات فرما گئی ہیں۔

مدیر اعلیٰ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب اور ادارہ احناف میڈیا سروس، احناف ٹرسٹ، مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ کی پوری ٹیم ان حضرات کے لیے اور جو بم دھماکوں میں ہلاک ہوئے یا سیلاب میں اور ڈینگی کی وجہ سے اس جہان فانی سے ان کو کوچ کرنا پڑا ان تمام حضرات کے لیے دعا گو ہے کہ اللہ تعالی ان پر کروٹ کروٹ اپنی رحمت نازل فرمائے اور پسماندان گان کو صبر جمیل عطا فرمائے

نوٹ: قارئین کرام اپنے فوت شدگان کی اطلاع بتا دیا کریں تا کہ ایصال ثواب کی اپیل میں ان کا نام شامل ہو سکے۔ رابطہ کے لیے 03324576084

اشاریہ (سہ ماہی قافلہ حق سال 2011)

جنوری، فروری، مارچ 2011

اپریل، مئی، جون 2011

جولائی، اگست، ستمبر 2011